رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

REGD No P 67

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

بدر
ہفت روزہ
قادیان

ایڈیٹر - محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ - چھ روپے
ششماہی ۵۰-۳ روپے
ممالک غیر ۵۰-۷ روپے
فی پرچہ ۱۲ نئے پیسے

جلد ۱۱ | ۲۶ وفا ۱۳۴۱ ہش ۲۴ صفر ۱۳۸۲ھ ۲۶ جولائی ۱۹۶۲ء | نمبر ۳۰

اخبار احمدیہ

نخلہ ۲۰ جولائی - سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں آج کی شائع شدہ اطلاع مظہر ہے کہ کل رات حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو کچھ بے چینی کی تکلیف ہو گئی۔ رات نیند دیر سے آئی اس وقت طبیعت بہتر ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۲۴ جولائی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں کی تکلیف بہت حد تک دور ہو کر کافی حد تک آرام آ چکا ہے۔ الحمد للہ آپ کے اہل و عیال بھی بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔

الحمد للہ۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی فتح اور عظیم الشان غلبہ

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند ٭ مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند ٭ دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس

پاکستان میں عیسائیوں کی زوردار تبلیغ

کچھ عرصہ سے پاکستان میں عیسائیوں کے خلاف کافی جوش و خروش پایا جاتا ہے کیونکہ ان کی زوردار اور منظم تبلیغ کے نتیجہ میں کئی ہزار لوگ عیسائیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ مختلف مسلمان اداروں کی طرف سے حکومت کے پاس عیسائیوں کی تبلیغی سرگرمیوں پر پابندی عائد کئے جانے کے مطالبات ہو رہے ہیں۔ ان مطالبات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان دینی اور اسلامی اداروں کے اندر عیسائیت کے مقابلہ کی کوئی طاقت نہیں تبھی وہ حکومت سے واویلا کر رہے ہیں کہ اسلام خطرہ میں ہے اس کی مدد کے لئے دوڑیئے اور قانون کے ذریعہ عیسائیوں کی تبلیغ کی روک تھام کیجئے۔ مسلمانوں کا یہ احساس احساس کمتری ہے۔ اور عیسائیت کے مقابل پر اپنے دلائل و براہین کے مؤثر نہ ہونے کا اعتراف اور اپنی کمزوری و عجز کا اظہار ہے۔

ادارہ ضیاء اسلام کا غیر اسلامی مطالبہ

اس سلسلہ میں حال ہی میں ادارہ ضیاء اسلام کی طرف سے ایک پمفلٹ شائع کر کے وسیع پیمانے پر تقسیم کیا گیا ہے جس میں صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان، نیشنل پارلیمنٹ کے اراکین اور ذمہ دار حکام سے پر زور اپیل کی گئی ہے کہ وہ عیسائیوں کی تبلیغ کا مقابلہ کرنے اور مسلمانوں کو عیسائی بننے سے روکنے کے لئے فوری طور پر یہ قانون بنائیں کہ

"اگر کوئی مسلمان دوسرا مذہب اختیار کرے۔ تو اس کو اس تبدیلی مذہب کی سزا بصورت موت دی جائے گی"

(بحوالہ لائٹ لاہور یکم جولائی ۱۹۶۲ء)

یہ غیر اسلامی مطالبہ اس اسلامی ادارہ کی طرف سے کیا گیا ہے جس کو تعلیم اسلام کے سمجھنے اور اس کی ترویج و اشاعت کا دعوے ہے۔ ہمیں امید تو نہیں کہ حکومت پاکستان اس مذہبی آزادی میں اس قسم کا لایعنی اور غیر اسلامی قانون بنائے گی۔ ہمیں نام نہاد اسلامی ادارہ کے مطالبہ پر افسوس تو ضرور ہے کہ اگر اس کے مطالبہ کے پیش نظر حکومت پاکستان ایسا قانون بنا دے اور تبدیلی مذہب کی سزا موت تجویز کر دے۔ تو اس کے نتیجہ میں پاکستان میں بے شک ایک حد تک جبر و خوف کے ماتحت عیسائیت کی ترقی رک جائے گی۔ لیکن اگر عیسائی اور غیر مسلم حکومتیں اور ریاستیں بھی "تبدیلی مذہب" کے بارہ میں ایسے ہی قانون نافذ کر دیں تو پھر غیر اسلامی ممالک میں "تبلیغ اسلام" کا راستہ بند ہو جائے گا اور اسلام کی ترقی اور تبلیغ رک جائے گی۔ جب پاکستان قانونی طور پر عیسائیوں کی تبلیغ کو بند کر دے گا۔ تو پھر پاکستانیوں یا مسلمانوں کا کیا حق ہے کہ وہ غیر ممالک میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے ادارے قائم کر کے عیسائیوں اور غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کریں۔ جو بات مسلمان اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لئے کیسے پسند کر سکتے ہیں اس لئے اراکین ادارہ ضیاء الاسلام کو جو تبلیغ اسلام کے حامی ہیں سنجیدگی سے غور و فکر کرنا چاہیئے کہ ان کے مطالبے کے نتیجہ میں تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کے راستہ میں کس قدر روکاوٹیں اور مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ تبلیغ اسلام کا بند ہو جانا کسی بھی مسلمان کو گوارا نہ ہو گا خدا نہ کرے کہ کسی نام نہاد اسلامی ادارہ کے غلط اقدام یا تجویز کی وجہ سے کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو۔

اسلام آزادی ضمیر کا حامی ہے

اگر ہم اسلامی نقطۂ نگاہ سے ادارہ ضیاء الاسلام کے مطالبہ پر غور و فکر کریں۔ تو ہمیں اس ادارہ کا یہ مطالبہ سراسر غیر اسلامی نظر آتا ہے۔ کیونکہ اسلام تو آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا دعویدار ہے۔ اور وہ مذہبی امور میں جبر و اکراہ اور تشدد و خوف کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (باقی ص ۱۲)

زندہ باد مسیح محمدی علیہ السلام جنہوں نے کسر صلیب کے لئے بہترین ہتھیار ہمیں عطا فرمایا۔ اس حربہ کی برکت سے ایک طرف مسلمان عیسائیت کا شکار ہونے سے بچ گئے تو دوسری طرف خود مختلف ممالک میں عیسائی حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں

جلسہ سالانہ قادیان

۱۸-۱۹ اور ۲۰ دسمبر ۱۹۶۲ء کی تاریخوں میں منعقد ہو گا

گذشتہ سالوں میں جلسہ سالانہ قادیان ۱۶-۱۷-۱۸ دسمبر کی تاریخوں میں منعقد ہوتا رہا ہے۔ بعض احباب جماعت کے مطالبہ پر کہ کرسمس کی چھٹیوں کے قریب جلسہ سالانہ کو رکھا جائے تا ان چھٹیوں اور کرسمس کے موقعہ پر ریلوے کے کرایہ کی رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ تعداد میں جلسہ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا صدر انجمن احمدیہ کی درخواست پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کیلئے ۱۸-۱۹ اور ۲۰ دسمبر کی تاریخوں کی منظوری عطا فرمائی ہے۔

اس لئے جملہ احباب و جماعتوں کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال دسمبر ۱۹۶۲ء کا جلسہ سالانہ قادیان مورخہ ۱۸-۱۹-۲۰ دسمبر کی تاریخوں میں منعقد ہوا کرے گا۔ احباب جماعت کرسمس کی چھٹیوں اور رعایتی ٹکٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہو کر علمی اور روحانی فوائد حاصل کریں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے [illegible] پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان - مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۶۲ء

مسئلہ جہاد اور علماء زمانہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اسلام کے احیاء اور تجدید کی غرض سے ہوئی۔ مرور زمانہ کے باعث جہاں مسلمان عملی طور پر بے حد کمزور ہو چکے تھے وہاں اعتقادی لحاظ سے بھی ایسے خیالات کے حامی بن چکے تھے۔ جن کا یا تو سرے سے اسلام میں وجود ہی نہ تھا یا پھر بنیادی اعتبار سے زبردست تھے مگر سالہا سال سے غیر اقوام کے ساتھ اختلاط کے باعث ان کے خیالات و نظریات سے غیر معمولی طور پر متاثر ہو کر اسلامی نظریات و تعلیمات کی بھی ایسی بعید از قیاس تاویلات و تشریحات کرنے لگے کہ جس سے بجائے خود اسلام ہی بھیانک صورت میں پیش کیا جانے لگا حتٰی کہ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی صحیح صورت نظروں سے اوجھل ہو کر اس کے منور اور تابندہ چہرہ کو داغدار بنا دیا گیا اور اس کی پرکشش تعلیمات کو محل اعتراض بنا دیا گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک زمانہ سے یورپین مصنفین نے اسلام کو بدنام کرنے اور عوام سے اس کی اصل تصویر کو دور رکھنے کے لئے بڑا بھاری پارٹ ادا کیا۔ لیکن ان لوگوں کے ہاتھوں یہ مضبوط بنانے کا باعث بعض علماء زمانہ بھی تھے ان لوگوں نے ایسے علماء کی تصانیف سے بہت کچھ مدد حاصل کی اور اسلام پر بھرپور حملے کئے۔ وہ مخصوص مسائل جن کی وجہ سے عمر حاضر میں اسلام کو بڑی ہی بھیانک صورت میں پیش کیا جاتا رہا تھا مسئلہ جہاد بھی ہے۔ علماء کی غلط تشریحات و توضیحات سے اسلام کے اس پاکیزہ مسئلہ جہاد کو بھی قتل و غارت لوٹ کھسوٹ کی ایک مکروہ تعلیم بنا کر پیش کیا جاتا تھا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب حمایت اسلام کیلئے چودھویں صدی کے سر پر کھڑا کیا تو آپ نے جہاد کے متعلق بھی صحیح اسلامی نقطہ نظر دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ آپ نے بتایا کہ اگرچہ جہاد بھی اسلام کی مقدس تعلیم کا ایک ضروری حصہ ہے۔ لیکن جس رنگ میں خود علماء اسلام اور مخالفین کی طرف سے اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے وہ ہرگز درست نہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

"موجودہ طریق غیر مذہب کے لوگوں پر حملہ کرنے کا جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جس کا نام وہ جہاد رکھتے ہیں یہ شرعی جہاد نہیں ہے بلکہ صریح خدا اور رسول کے حکم کی مخالفت اور سخت معصیت ہے۔

اسلام ہرگز یہ تعلیم نہیں دیتا کہ مسلمان رہزنوں اور ڈاکوؤں کی طرح بن جائیں۔ اور جہاد کے بہانے اپنے نفس کی خواہش پوری کریں"

(رسالہ جہاد صفحہ ۱۰، ۱۸)

آپ نے بتایا کہ جہاد سے مراد دشمن کے مقابل پر کوشش کرنا ہے۔ اب جس طرح کی کوشش دشمن اسلام کو مٹانے اور اس کی تعلیم کو پھیلانے سے روکنے کی ہو ایسی کوششوں کو ناکام بنانا اور ان کا مقابلہ کرنا حقیقی جہاد ہے۔

آپ نے جہاد بالسیف کی بنیاد کو لیا اور بتایا کہ مقدس بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے دعوئے نبوت کے بعد جو تیرہ چودہ سال مکہ میں گذارے ان میں منکرین کی طرف سے ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی انتہا کے باوجود آپ نے اور آپ کے متبعین نے کمال صبر و ضبط کا کام لیا۔ اور ان کے مظالم کے خلاف کبھی ہاتھ نہ اٹھایا حتٰی کہ ان ہی مظالم سے تنگ آ کر آپ کو اپنا پیارا وطن بھی چھوڑنا پڑا لیکن ظالموں نے وہاں بھی آپ کا پیچھا کیا۔ اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی غرض سے دو اڑھائی سو میل کا فاصلہ طے کر کے مدینہ پر چڑھ آئے لیے وقت میں خدا تعالےٰ نے مدافعت کی خاطر تلوار کا مقابلہ تلوار ہی سے کرنے کی اجازت دی جس کا نام جہاد بالسیف مشہور ہوا۔ آپ نے بتایا کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جہاد کا ذریعہ بالکل ان ہی حدود میں محدود ہو کر رہ گیا۔ بلکہ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے پاک نمونہ عملی جد و جہد اور زبانی ارشادات سے جہاد کی دوسری اقسام کی طرف بھی امت کو متوجہ کیا اور ناقابل تردید دلائل کے ذریعہ اس بات کی وضاحت پیش کی جہاں جہاد بالسیف کے لئے خاص وقت اور حالات کی ضرورت ہے وہاں جہاد کی دوسری اقسام مثلاً نفس کی اصلاح اور قرآن کریم کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا کام ایسا جہاد ہے جو ہر وقت جاری ہے اور کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

آپ نے بتایا کہ ہمارے اس زمانہ میں چونکہ اسلام کو مٹانے کے لئے تلوار سے کام نہیں لیا جا رہا۔ بلکہ تحریر و تقریر کے ذریعہ اس مقصد کو حاصل کیا جا رہا ہے۔ اس لئے عقلمندی کا تقاضا ہے کہ مسلم عوام بھی اپنے رُخ کو اسی جہت میں موڑیں اور دلائل کے اسلحہ سے لیس ہو کر تحریر و تقریر کے ذریعہ حملہ آوروں کا مقابلہ کیا جائے۔

اب یہ ایسی راہنمائی تھی کہ مسلمانوں کو کھلے دل سے اس کا استقبال کرنا چاہیئے تھا مگر ہوا یہ کہ حضرات علماء اس بات پر برافروختہ ہو گئے اور آپ پر کفر کے فتوے لگانے شروع کر دیئے ہرچند آپ نے معقول دلائل کے ساتھ اپنی بات کو ثابت کر کے علماء کو سمجھانے کی کوشش کی مگر علماء تھے کہ اپنی ضد کو چھوڑنے کے لئے قطعاً تیار نہ تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا جہاد کے متعلق جو نظریہ اوپر بیان کیا گیا ہے چونکہ یہ صحیح اسلامی نظریہ تھا اسلئے ظاہر ہے کہ اس میں آپ منفرد نہیں تھے۔ بعض دیگر علماء اسلام بھی اسی قسم کا مذہب رکھتے تھے البتہ اسلام کی حقیقی تعلیم سے ہٹے ہوئے علماء زمانہ کے بدلے ہوئے حالات کے باوجود اپنے غلط نظریہ پر جمے رہے مگر زمانہ بھی بہت بڑا اوراعظ ہے حالات کی نزاکت بعض اوقات انسان کو صحیح راہ دکھانے پر مجبور کر دیتی ہے۔ وہ بات جس سے وہ ایک زمانہ میں اپنی ضد کی بناء پر ہٹنے کے لئے تیار نہیں تھے حالات نے نقل مقول سے صحیح لائن پر سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے تب اس کے سامنے صاف طور پر وہی حقیقی موقف آ جاتا ہے جس کے متعلق ایک عرصہ پیشتر اللہ تعالےٰ کے کسی برگزیدہ بندے نے دعوت دی ہوتی ہے۔ چنانچہ مسئلہ جہاد کے متعلق بھی ایسا ہی ہوا۔ جماعت اسلامی ہند پر حال ہی میں حکومت وقت کے بعض ذمہ دار افسران کی طرف سے جہاد کے بارہ میں تنقید کی گئی تو وہ بھی مجبور ہوئے کہ جہاد کی وہی تشریح کریں جو علماء زمانہ کے فتاویٰ کفر کے باوجود صحیح اسلامی نقطہ نظر ہونے کے باعث ایک عرصہ سے جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کی جاتی ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں جماعت اسلامی ہند کے قائدین کے بعض حوالہ جات قارئین کرام بدر کی کسی گذشتہ اشاعت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اسی جماعت کے آرگن "دعوت" دہلی میں شائع شدہ مضمون اور ایک مولوی صاحب کی تقریر کی رپورٹ کے حسب ذیل اقتباسات بھی قابل مطالعہ ہیں:۔

(الف) "جہاد" کے لغوی معنے جد و جہد اور کوشش کرنے کے ہیں حتیٰ کہ اسلامی تعلیمات کو اپنے اوپر نافذ کرنے کی (یعنی ان پر عمل کرنے کی) سعی کرنا بھی جہاد ہے اور اسی کا نام جہاد بالنفس ہے......... اسی طرح اسلام کی تعلیمات کو دوسرے انسانوں تک پُر امن طریقہ پر پہنچانے کی جد و جہد کرنا بھی جہاد ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑائی سے مدینہ واپس آنے کے بعد فرمایا۔ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر۔ یہ الفاظ کتنی شہادت پیش کر رہے ہیں۔ کہ سکون احوال میں پُر امن طریقہ پر اپنے مشن کو پھیلانے کی کوشش اور جد و جہد کرنا اعلےٰ درجہ کا اور بڑے قسم کا جہاد ہے اور ناگزیر حالات میں حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کے لئے گھر سے نکلنا اور جنگ کرنا اس سے کم درجہ کا اور چھوٹا جہاد ہے۔ ان دونوں تصریحوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں اسلام کے ماننے والوں پر جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں ان کی ادائیگی کی کوشش بھی جہاد ہے"۔

(دعوت دہلی ۱۰ فروری ۱۹۶۲ء)

(ب) جماعت اسلامی کانپور کے ایک ہفتہ وار اجتماع میں ایک مولوی صاحب نے تقریر میں کہا:۔

"جہاد اسلام کی اصطلاحات میں سے ایک اہم اصطلاح ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ الفاظ کی طرح جہاد کا بھی ایک الگ مفہوم رکھتا ہے قرآن کی روشنی میں دین اسلام کو قائم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا جہاد ہے۔ یہی اس کا مفہوم انگریزی الفاظ میں [illegible]

(باقی صفحہ ۶ پر ملاحظہ ہو)

خطبہ جمعہ سے متعلق ایک ضروری ہدایت

۱۹۴۶ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ سے متعلق ایک فیصلہ فرمایا تھا جسے جماعتوں کی آگاہی کیلئے دوبارہ شائع کیا جاتا ہے فیصلہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"ناظر اعلےٰ اعلان کر دیں کہ امیر مقامی خود جمعہ پڑھا سکتا ہے لیکن اگر وہ نہ پڑھائے تو مبلغ کا حق ہے کہ وہ جمعہ پڑھائے۔ اس کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی اور شخص کو مقرر کرے۔ جہاں مقامی مبلغ نہ ہو۔ وہاں جماعت کی مرضی اور انتخاب سے یا مرکز کی منظوری سے امام مقرر ہونا چاہیئے"۔

(الفضل ۳ دسمبر ۱۹۴۶ء)

احباب جماعت کو چاہیئے کہ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کے اس فیصلہ کو ملحوظ رکھا کریں۔

نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان

جماعت احمدیہ کی خواتین سے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک بصیرت افروز خطاب

اسلام نے عورت کو جو بلند مقام بخشا ہے اس کے مطابق اپنے فرائض ادا کرو اور اپنے دینی علمی تعلیمی اور اخلاقی معیار کو بلند کرنے کی کوشش کرو

فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء بمقام ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مستورات میں جو تقریر فرمائی تھی وہ ابھی تک شائع نہیں ہو سکی تھی۔ اب الفضل میں شائع ہونے پر افادۂ احباب کی خاطر ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔ (ادارہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

میری عورتوں میں تقریر یادگار ہے اس زمانہ کی جب ابھی مائیکروفون نہیں ہوا کرتے تھے اور جب لاؤڈ سپیکر مردانہ جلسہ کی تقریر کو عورتوں تک نہیں پہنچا سکتے تھے اس وقت ضرورت ہوا کرتی تھی کہ میں

عورتوں میں الگ تقریر

کروں۔ اس لئے عام حالات میں اب عورتوں میں الگ تقریر کرنے کی مائیکروفون اور لاؤڈ سپیکر کی ایجاد کے بعد خاص ضرورت نہیں رہی۔ لیکن اس طریق کو قائم اس لئے رکھا گیا ہے کہ بعض باتیں عورتوں کے ساتھ خصوصیت سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ مردوں کی تقریر کا حصہ نہیں بن سکتیں۔ اس لئے ایسی باتوں کے پہنچانے کے لئے اور عورتوں کے مخصوص معاملات کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لئے ایک تقریر ایسی رکھ دی جاتی ہے جو عورتوں کے جلسہ میں الگ ہو مگر ظاہر ہے کہ اس تقریر کی اہمیت نہیں رہی اور اب اس کے لئے اتنا وقت دینے کی ضرورت نہیں رہی۔ جتنا پہلے دیا جاتا تھا۔ مثلاً ابھی آج میں یہاں سے فارغ ہو کر اور نماز پڑھا کر مردانہ جلسہ میں تقریر کروں گا تو آپ کے لاؤڈ سپیکروں کا تعلق مردانہ جلسہ کے مائیکروفون سے کر دیا جائے گا۔ اور جس طرح مرد میری تقریر سنیں گے اسی طرح مستورات بھی یہاں بیٹھی ہوئی میری تقریر سن سکیں گی۔ اس سال تو خصوصیت کے ساتھ

یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے

کہ گذشتہ سال کے جلسہ کے بعد سے میں متواتر بیمار چلا آ رہا ہوں اور خصوصیت کے ساتھ چھ مہینے تک بلکہ اس سے بھی زیادہ گلے کی بیماری رہی ہے۔ بعض اوقات تو آواز بالکل بند ہو جاتی تھی اور بمشکل ہونٹوں سے ہوا نکل سکتی تھی۔ اب بھی میرے گلے کی حالت ایسی ہے کہ میں بولتے وقت تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ دو ہی دن سے نزلہ دوبارہ میرے کان پر اور ناک پر اور گلے پر گر رہا ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ

گلے کی حفاظت

جہاں تک ہو سکے کی جائے اور اگر خیال میں نہ رکھوں تو شاید باقی تقریریں کرنی بھی میرے لئے مشکل ہو جائیں۔ بلکہ بظاہر حالات اب بھی مشکل نظر آتا ہے کہ دونوں دنوں کی تقریریں کر سکوں۔ پس میں اسی نیت سے آیا ہوں کہ صرف چند باتیں آپ کے سامنے کروں۔ یہی وجہ تھی کہ میں جان بوجھ کر وقت سے دیر کر کے آیا ہوں۔ کیونکہ اگر میں وقت پر آتا تو مجبوراً میں تقریر بھی زیادہ کرتا۔ اب یہاں سے جا کر میں نے نماز ہی پڑھانی ہے اور پھر تقریر شروع کرنی ہے۔ پس میں نے مناسب سمجھا کہ دیر سے جاؤں۔ اور صرف چند منٹ بولوں نماز پڑھاؤں اور پھر دوسری تقریر کروں۔ جو اگر لاؤڈ سپیکر خراب نہ ہوا تو انشاء اللہ آپ کو اسی طرح پہنچے گی جس طرح مردوں کو پہنچ رہی ہوگی۔

میں آج احمدی خواتین کی توجہ اس امر کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ ہر وقت میں ہر زمانہ کے ساتھ

انسان کا طور و طریق

بدلتا چلا جاتا ہے۔ ایک زمانہ ایسا تھا کہ احمدیت بہت ہی کمزور تھی۔ چند افراد احمدیت میں داخل تھے اور عام طور پر لوگ خیال کرتے تھے کہ یہ چند دن کے مہمان ہیں ایک کھیل ہے جو کھیلا جا رہا ہے جیسے کسی شخص کو جوں کاٹ لیتی ہے یا پسّو کاٹ لیتا ہے یا مچھر کاٹ لیتا ہے اسی طرح وہ سمجھتے تھے کہ چند احمدیوں کی حیثیت ایک جوں یا ایک مچھر یا ایک پسّو سے زیادہ نہیں اس لئے ان کی

مخالفت کا رنگ

بھی نرالا تھا۔ ایک مخالف مولوی کہتا تھا کہ اگر میں نے قلم اٹھا کر لکھ دیا کہ احمدی کافر ہیں تو یہ اسی وقت ختم ہو جائیں گے اور تمام دنیا میرے فتوے کے نیچے ان سے ملنا جلنا چھوڑ دے گی اور یہ ڈر کے مارے ہم سے مل جائیں گے لیکن ان کے فتوے بیکار گئے جنہوں نے احمدیت کا لطف اٹھایا اور جنہوں نے احمدیت کی باتوں پر غور کیا وہ سمجھ گئے کہ اگر

روحانی چاشنی اور روحانی لذت

کہیں سے مل سکتی ہے تو احمدیت سے ہی مل سکتی ہے۔ اس لئے کفر کے فتوے اور اعلان ان لوگوں کے لئے بیکار ثابت ہوئے اور وہ جماعت میں شامل ہونے شروع ہوئے سورج اور چاند گرہن لگا۔ اور اسی طرح لگا جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا تھا۔ طاعون پھیلی اور شہروں کے شہر اور قصبوں کے قصبے صاف ہو گئے اور سینکڑوں نے نہیں بلکہ ہزاروں نے محسوس کیا کہ اب آسمان

زمین پر تغیر

چاہتا ہے۔ اب خدا تعالیٰ کچھ کر کے دکھانا چاہتا ہے تب کچھ یہاں سے اور کچھ وہاں سے کچھ اس جگہ سے اور کچھ اس جگہ سے کچھ اس بستی سے اور کچھ اس بستی سے کچھ اس شہر سے اور کچھ اس شہر سے۔ احمدیت میں داخل ہونے شروع ہوئے اور سینکڑوں سے ہزاروں اور ہزاروں سے لاکھوں تک پہنچ گئے۔ جب

جلسہ سالانہ کی بنیاد

رکھی گئی ہے۔ اس وقت پہلے جلسہ میں تین سو سے کچھ اوپر لوگ شامل ہوئے اور ان تین سو میں سے بعض آٹھ آٹھ دس دس سال کے بچے بھی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں جو

آخری جلسہ سالانہ

ہوا اس میں ساڑھے سات سو آدمی جمع تھے اور اس ساڑھے سات سو آدمی کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت پر اتنا اثر ہوا کہ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے مجھ سے جو کام لینا تھا وہ لے لیا۔ اور اب میری وفات کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد ہی آپ فوت ہو گئے۔ اب

ایک ایک شہر میں

اس سے بہت زیادہ جماعت پائی جاتی ہے بلکہ بعض شہروں میں تو پانچ پانچ چھ چھ سات سات بلکہ آٹھ آٹھ ہزار افراد پائے جاتے ہیں۔ اب کجا وہ زمانہ کہ ساڑھے سات سو آدمی کے آنے کو بہت بڑی کامیابی سمجھا جاتا تھا اور کجا یہ زمانہ کہ ایک ایک شہر میں اس سے بہت زیادہ افراد پائے جاتے ہیں۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ

کی زندگی میں جو آخری جلسہ ہوا اس میں اٹھارہ سو آدمی تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ اب جماعت بہت زیادہ پھیل گئی ہے اور پہلے سے کئی گنا طاقتور ہو گئی ہے۔

اس کے مقابلہ میں قادیان کے آخری جلسہ میں چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) سے اوپر احمدی شامل تھا۔ اور اب بھی کل شام کے کھانے کی جو رپورٹ ملی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) مرد و عورت نے کل شام کا کھانا کھایا ہے۔ اور ۲۶ کی شام سے ۲۷ کی شام کی حاضری عام طور پر زیادہ ہوا کرتی ہے پس کوئی بعید بات نہیں کہ ۲۶-۲۷ ہزار کی حاضری ہو جائے۔ اب کجا سات سو۔ کجا اٹھارہ سو۔ اور کجا ۲۷ ہزار آدمی کا جلسہ پر جمع ہو جانا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں سوائے افغانستان کے باہر کے کسی ملک میں احمدی جماعت نہیں تھی مگر اب احمدیت انڈونیشیا میں عراق میں۔ شام میں۔ لبنان میں۔ مصر میں۔ سوڈان میں۔ ایسے سینیا میں۔ کینیا میں۔ یوگنڈا میں۔ ٹانگانیکا میں۔ سیرالیون میں۔ گولڈ کوسٹ میں۔ نائیجیریا میں۔ انگلینڈ میں۔ سپین میں۔ ہالینڈ میں۔ جرمنی میں۔ سوئٹزرلینڈ میں۔ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں۔ نارتھ امریکہ میں۔

مارشسس میں رہنا پاتی ہیں۔ بورنیو میں مسلمان ہیں۔ برما میں اور اسی طرح اور کئی علاقوں میں تمام ہے جو شاید اس وقت مجھے یاد بھی نہ ہوں اور بعض جگہ پر تو اتنی بڑی تعداد میں جماعت پائی جاتی ہے کہ پچاس پچاس

ساٹھ ساٹھ ہزار آدمی

وہاں احمدی ہو چکا ہے۔

پس جو کیفیت آج سے پچاس سال پہلے تھی اور جو اس وقت کے لحاظ سے ہمارے لئے کافی بھی جا سکتی تھی وہ آج کافی نہیں ہو سکتی بچپن میں جو کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ وہ بڑی عمر ہونے پر نہ قد کے لحاظ سے کافی ہوتے ہیں نہ جسم کے لحاظ سے کافی ہوتے ہیں۔ بچہ نے جس قسم کا کپڑا پہنا یا جاتا ہے وہ جوان عمر والے کو نہیں پہنایا جاتا اور پھر جتنا کپڑا چھوٹے بچے کے لئے کافی ہوتا ہے اتنا کپڑا جوان عمر والے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا پس وہ زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور ہے۔ اب ضرورت ہے کہ

جماعت کا ہر فرد اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے

مرد بھی اور عورت بھی بڑا بھی اور چھوٹا بھی۔ تاجر بھی اور صناع بھی وکیل بھی اور ڈاکٹر بھی۔ عالم بھی اور ان پڑھ بھی پروفیسر بھی اور شاگرد بھی۔ زمیندار بھی اور غیر زمیندار بھی

میں دیکھتا ہوں

کہ سب سے بڑی مشکل ہمارے راستہ میں عورتیں ہیں۔ جب سے کہ منہ میں ایک تقریر کی، بعض لوگ جو اس تقریر میں شامل تھے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے جاتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا کہ ہم اس تقریر سے اتنے متاثر ہوئے ہیں کہ شاید مطالعہ کے بعد ہم احمدی ہو جائیں۔ جب وہ گھر گئے اور ان کی بیویوں نے یہ بات سُنی تو انہوں نے صاف طور پر ان سے کہہ دیا کہ اگر تمہاری یہی نیت ہے اور آئندہ بھی تم نے ان کے جلسوں میں جانا اور ان کی تقریریں سننا اور ان کی کتابوں کو پڑھنا ہے تو ہمیں اپنے ماں باپ کے گھر بھیج دو۔ ہم یہاں رہنے کے لئے تیار نہیں اور چونکہ ایمان ابھی ان کے دل میں پیدا نہیں ہوا تھا اور چونکہ ان کا مطالعہ بھی کافی نہیں تھا۔ وہ یہ سُن کر ڈر گئے اور انہوں نے احمدیوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا یہ ایک مثال نہیں سینکڑوں جگہ ہزاروں مثالیں ہیں کہ مرد احمدیت کی طرف آتے تھے اس سے رک گئے کہ عورتوں نے مخالفت کی اور انہوں نے اپنے مردوں کو اس سے باز رکھا۔

اس کی کیا وجہ ہے؟

کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ عورت کا دماغ ادنیٰ ہوتا ہے۔ بحیثیت ایک عورت ہونے کے تمہیں یہ خیال کبھی نہیں کرنا چاہئے۔ میں بھی اس بات کا قائل نہیں کہ عورتوں کا دماغ ادنیٰ ہوتا ہے گو اس وجہ سے کہ عورتوں کو تعلیم پانے کا موقع کم ملتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ عملی میدان میں بھی کم نکلتی ہیں۔ لیکن جہاں خدا تعالیٰ کے دین کا سوال ہے عورت کا دماغ مرد سے ادنیٰ نہیں اور اس کا ثبوت ہر زمانہ میں سیاست میں بھی اور مذہب میں بھی ملتا چلا آیا ہے فرعون کی بیوی کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے۔ جس نے فرعون جیسے دشمن کے پاس رہتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت بھی کی اور مدد بھی کی اسی طرح قرآن کریم میں حضرت مریم رض کا ذکر آتا ہے وہ بھی ایک عورت ہی تھیں جنہوں نے اپنے بچے کی ایسی پرورش کی کہ وہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا انسان ثابت ہوا۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہ رض نے اخری نبوت کے وقت جو نمونہ دکھایا اور جس عقل اور شعور سے کام لیا وہ

اسلامی تاریخ کا ایک بے بہا جوہر ہے

جسے ہر قسم کے دشمن کے سامنے پیش کر کے ہم فخر کر سکتے ہیں۔ ہم تو خیر دور زمانہ کے ہیں اور واقعات سے ہم جتنا اندازہ لگا سکتے ہیں وہ اتنا گہرا نہیں ہو سکتا۔ جتنا رسول رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رض کی صحبت میں اندازہ لگایا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بے دین کہنے والے لوگ موجود ہیں [illegible] ... رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا اور جھوٹا مذہب بنانے والا کہنے والے لوگ موجود ہیں اور عیسائیوں کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن شدید سے شدید دشمن بھی یہ اقرار کرنے پر مجبور ہے کہ وہ بہت بڑا ذہین آدمی تھا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سمجھدار نہیں تھے۔ وہ ان کے دین پر حملہ کرتا ہے وہ ان کی دیانت پر حملہ کرتا ہے مگر ان کی عقل پر حملہ کرنے والا کوئی نہیں۔ ایسے عقلمند انسان نے جو رائے حضرت خدیجہ رض کے متعلق قائم کی اور جو گہرا اثر ان کے دماغ پر خدیجہ رض کا پڑا ہے۔ اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ہم جو دور سے اندازہ لگا رہے ہیں ہمارے اندازے کتنے نیچے ہیں اور آپ کے جو حضرت خدیجہ رض ان سے کتنی بالا ہوں گی۔ کیونکہ ہم سینکڑوں سال بعد میں اندازہ لگا رہے ہیں جبکہ ہمارے سامنے خدیجہ رض کی ساری تاریخ نہیں۔

ہمیں صرف چند واقعات کا علم ہے

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس گھر میں رہتے تھے اور رات دن آپ کا واسطہ حضرت خدیجہ رض سے پڑتا تھا۔ اس وجہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہزاروں واقعات دیکھے ہوں گے۔ پس آپ نے جو واقعات دیکھے ان کے ماتحت جو اندازہ حضرت خدیجہ رض کا آپ لگا سکتے تھے وہ ہم نہیں لگا سکتے

چنانچہ اتنی بڑی عقل والا انسان جس کی دانش اور عقل اور بیدار مغز کا شدید ترین دشمن بھی قائل ہے اس پر

حضرت خدیجہ رض کا جو اثر تھا

اس کا آپ لوگ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رض فوت ہو گئیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑ کر مدینہ تشریف لے گئے آپ کی اس کے بعد ۹ شادیاں ہوئیں اور گیارہ یا بارہ سال حضرت خدیجہ رض کو فوت ہوئے بھی ہو گئے ایک دن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے غالباً عائشہ رض کے ہاں ہی تھے کہ کسی عورت کے بولنے کی آواز آئی یہ ذہین اور بیدار مغز انسان جسے اگر کوئی سب سے بڑا نبی نہیں مانتا تو اس کو دنیا کا عقلمند ترین انسان ماننے پر مجبور ہے بے اختیار ہو کر اُٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے آہ میری خدیجہ رض۔ آہ میری خدیجہ رض۔ خدیجہ رض زندہ ہوتیں تو اس فقرہ کے کوئی معنے نہ تھے ہم سمجھ سکتے تھے کہ ایک عورت کی آواز

خدیجہ رض کی آواز

سے ملتی تھی اس لئے آپ کو دھوکا لگا اور آپ نے سمجھا کہ خدیجہ رض آ گئی ہیں۔ لیکن خدیجہ رض کو فوت ہوئے بارہ سال ہو چکے تھے اور آپ کی کئی دوسری شادیاں ہو چکی تھیں جن میں سے بعض سے آپ ان کی دینی خدمات کی وجہ سے اور قومی خدمات کی وجہ سے اور محبت الٰہی کی وجہ سے بہت خوش تھے مگر باوجود اس کے ایک سکتہ آپ پر طاری ہو گیا۔ آپ بھول جاتے ہیں۔ اس بات کو کہ خدیجہ رض فوت ہو چکی ہیں۔ آپ بھول جاتے ہیں اس بات کو کہ اس کی وفات پر بارہ سال گذر چکے ہیں۔ آپ بھول جاتے ہیں اس بات کو کہ میں خدیجہ رض کے بعد اور کئی شادیاں کر چکا ہوں۔ آپ بھول جاتے ہیں اس بات کو کہ ان میں سے کئی ایسی ہیں جو دینی خدمات میں پیش پیش ہیں اور عورتوں میں میری سیکرٹری کا کام کر رہی ہیں۔ آپ ان تمام واقعات کو بھول جاتے ہیں۔ اور بے اختیار ہو کر کہتے ہیں آہ میری خدیجہ رض۔ آہ میری خدیجہ رض۔ آنے والی خدیجہ رض کی بہن تھی اور بہنوں کی آواز آپس میں ملتی ہے۔ مگر اس آواز کو سُن کر آپ بے تاب ہو گئے اور اپنے خیال میں آپ نے یوں محسوس کیا کہ حضرت خدیجہ رض فوت ہی نہیں ہوئیں اور وہ پھر اپنے گھر میں آ گئی ہیں۔

یہ بات بتاتی ہے

کہ وہ عورت معمولی عورت نہیں تھی۔ وہ عورت اپنی ذہنی اور مذہبی کیفیتوں میں ایسی شان رکھتی تھی کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسا دانا اور ہوشیار اور عقلمند انسان بھی اس کی عقل اور دانش سے متاثر تھا اور اس کا نام بھی اس کے دل میں گدگدیاں پیدا کر دیتا تھا۔ پھر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

بھی ایک عورت ہی تھیں جن کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ کہ آدھا دین تم عائشہ رض سے سیکھ سکتے ہو۔ اگر عائشہ رض نے واقعہ میں اسلام کا مطالعہ نہ کیا ہوتا۔ اگر عائشہ رض نے واقعہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو یاد نہ

رکھا ہوتا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جیسا صاف گو انسان کبھی عائشہؓ کی خاطر یہ کہہ سکتا تھا کہ آدھا دین تم عائشہؓ سے سیکھ سکتے ہو۔ پھر اسلام میں اور بھی بہت سی عورتیں گذری ہیں

رابعہ بصری رہ

ایک مشہور صوفی عورت تھیں اسی طرح کئی بادشاہ گذری ہیں جنہوں نے دین کی بڑی بڑی خدمتیں کی ہیں تو عورت اور مرد میں دماغ کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں جو کچھ ایک مرد سیکھ سکتا ہے وہ ایک عورت بھی سیکھ سکتی ہے مگر پہلی نسل اتنی ذہین نہیں ہوگی جتنے ذہین مرد ہوتے ہیں. کیونکہ مردوں کی ذہانت میں نسلی تجربہ بھی شامل ہوتا ہے مگر یہ کام تم سنکر کر کے ہی سیکھ سکتی ہو ہم دیکھتے ہیں کہ مردوں میں باوجود جاہل ہونے کے یہ مادہ پایا جاتا ہے کہ وہ مسائل بیان کر سکیں گے۔ لیکن عورت اچھی تعلیم یافتہ بھی ہو تو پہلے وہ شرمائیگی پھر سر نیچے ڈال لے گی پھر ہنسنے لگے گی اور رکے گی۔ اچھا میں بھی مسئلہ بیان کر سکتی ہوں مگر لیکن مردوں میں کسی جاہل سے جاہل سے بھی کہو کہ مسئلہ بیان کرو تو وہ مسئلہ بیان کرنا شروع کر دے گا۔ چاہے اسے کچھ بھی نہ آتا ہو۔ یہ فرق کیوں ہے؟ اسی لئے کہ مرد نسلاً بعد نسل مسائل بیان کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس کے اہل ہیں

نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ مرد جو نااہل ہوتے ہیں وہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم اہل ہیں اور عورت جو اہل ہوتی ہے وہ بھی اپنے آپ کو نااہل سمجھتی ہے یہ ذہنیت کا فرق ہے عقل یا علم کا فرق نہیں۔ یہ عادت تمہیں دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اب عورتوں کی حکومت کا زمانہ ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کے عہد سے عورتوں نے سر نکالنا شروع کیا اور مغربیت کے اثر کے نیچے ان میں اور زیادہ جدت پیدا ہوئی۔ اور اب تو یہ حال ہے کہ تھوڑے سے ہی دن ہوئے اخبارات میں

ایک لطیفہ شائع ہوا

نواب زادہ لیاقت علی خاں اور ان کی بیگم کی بنگال میں ایک دعوت ہوئی۔ اس موقعہ پر کوئی شخص عورتوں کے متعلق نواب زادہ لیاقت علی خاں سے باتیں کر رہا تھا باتوں باتوں میں مسٹر لیاقت علی خاں اسے کہنے لگے کہ میاں تم یہ طریقہ اختیار کرو کہ بیوی جو کچھ کہے اسے مان لیا کرو۔ مگر گیا وہ کچھ کہہ کر جو بنا رہی ہے اس پر بیگم جھٹ بول اٹھیں کہ جو کچھ میں نے آپ کو کہا تھا تو پھر گھر میں بھی آؤ گے یا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کچھ تو رد عمل ہے اُن مظالم کا جو پرانے زمانہ میں عورتوں پر کئے جاتے

تھے۔ پرانے زمانہ میں سمجھا جاتا تھا کہ عورت جوتی سے سے سیدھی ہوتی ہے اور عام طور پر یہ بھی کہا جاتا تھا کہ عورت تو جوتی کی طرح ہے ایک پھر نکال دیا اور دوسرا لے لیا اور شاید جوتی تو وہ اب بھی ہے مگر اب اپنے ہی مرد کے سر پر پڑنے لگ گئی ہے۔ یورپ نے دنیا میں جو خیالات پھیلائے ہیں کچھ ان سے متاثر ہو کر اور کچھ

علم اور عقل کی روشنی

کی وجہ سے اب لوگ پرانے ظلموں کا جواب کسی قدر دلداری سے دے رہے ہیں۔ اور یہ دلداری اب تعلیم یافتہ لوگوں سے ہٹ کر نچلے طبقہ میں بھی آرہی ہے۔ پہلے ہمارے ملک کا زمیندار عورت سے محبت کرنا جانتا ہی نہیں تھا وہ سمجھتا تھا کہ عورت کا اتنا ہی کام ہے کہ اس کے لئے روٹی پکا دے مگر اب اس کے دل میں بھی اپنی بیوی سے محبت کا احساس پیدا ہو رہا ہے آج ہی میری بیوی نے ایک واقعہ سنایا کہ عورتوں کی سرکون کے پاس ایک مرد آیا اور اس نے سوراخ میں سے گڑ نکال کر اندر دیا اور کہا کہ یہ راجو کو دے دو۔ انہوں نے کہا کہ کون راجو مگر وہ یہی کہتا چلا گیا کہ راجو کو دے دو۔ آخر بڑی مصیبت سے اسے سمجھایا کہ یہاں تو بیسیوں راجو ہیں تم کس راجو کو گڑ دینا چاہتے ہو۔ انہوں نے تو یہ واقعہ اس انداز سے سنایا کہ دیکھیں وہ اپنی بیوی کو گڑ دینے آیا تھا جو ایک نہایت حقیری چیز تھی مگر میں اس واقعہ کو سنکر اس خیال سے منٹوں حظ اٹھاتا رہا کہ وہ نہایت ریفائنڈ اور اعلیٰ درجہ کا جذبہ جو تعلیم یافتہ لوگوں میں پیدا ہو چکا تھا وہ اب نچلے طبقہ میں بھی پیدا ہو رہا ہے اور وہ بھی

عورت کی قدر و منزلت

کو سمجھنے لگا ہے۔ مرد کے ہاتھ میں گڑ آیا تو اس نے سمجھا کہ بغیر راجو کے اس کے کھانے کا مزہ نہیں آئے گا یہ جذبہ جب اس طرح نیچے پھیلنا شروع ہوا تو تم سمجھ سکتی ہو کہ ملک کی کیا حالت ہو جائے گی۔ اور عورت کتنا بلند مقام حاصل کرے گی۔ پھر جہاں ملک کے گوشہ گوشہ میں یا تو مغربی تعلیم کے اثر کے نیچے اور یا اس

رد عمل کے نتیجہ میں جو مسلمانوں نے قرآن کریم کی تعلیم کو بھلا کر اختیار کیا تھا

عورت اب ایک نمایاں حیثیت اختیار کر رہی ہے

اور یا پھر یہ سمجھ لو کہ جب علم پھیلا اور جہالت دور ہوئی تو لوگوں کو خود بخود شرم آئی کہ ہم نے عورت کو کیسی ذلت کی حالت میں رکھا ہوا تھا حالانکہ وہ بھی ہماری طرح اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے. بہرحال کسی نہ کسی وجہ سے۔ یورپین خیالات کی وجہ سے یا پرانے مظالم کے رد عمل کی وجہ سے یا علم کے پھیلنے کی وجہ سے عورت کی حکومت اب پھر قائم ہو رہی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حکومت

قائم کی تھی

مگر بعد میں مسلمانوں نے اس کو بھلا دیا حدیثوں میں آتا ہے ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے کوئی ایسی بات کی جو آپ کو پسند نہ تھی اور جس سے فتنہ پیدا ہو سکتا تھا۔ اس پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ ہم الگ رہیں گے۔ چنانچہ آپ نے بار بار چھوڑ دیں اور مسجد میں خیمہ لگا کر وہاں سب سے الگ تھلگ رہنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے جب یہ بات سنی تو ان میں یہ مشہور ہو گیا کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی رہائش کے لئے چونکہ شہر میں جگہ نہیں ملی تھی اس لئے آپ مدینہ سے باہر رہتے تھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے ایک ایک انصاری اور مہاجر کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا حضرت عمرؓ کا جو انصاری بھائی تھا ایک دن وہ شہر میں آتا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنتا اور دوسرے دن حضرت عمرؓ آتے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہوتے۔ جس دن یہ واقعہ ہوا اس دن حضرت عمرؓ کی نہیں بلکہ ان کے انصاری بھائی کی شہر میں آنے کی

باری تھی

شام کے وقت وہ گھبرایا ہوا واپس گیا اور جاتے ہی حضرت عمرؓ سے کہنے لگا عمر اندھیر ہو گیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ بھی یہ سنتے ہی گھبرائے ہوئے اندر گئے۔ اور جا کر اپنی بیوی

سے کہنے لگے آخر وہی ہوا جس سے میں ڈرتا تھا۔ ارے میں تجھے سمجھایا کرتا تھا کہ مردوں کے مقابلہ میں باتیں نہیں کرنا چاہئیں اور تو ہمیشہ کہتی تھی کہ میں کیوں نہ بولوں۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی آپ کے سامنے بولتی ہیں۔ اور آپ انہیں منع نہیں فرماتے تو تم مجھے منع کرنے والے کون ہو اور میں تمہیں ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ اگر وہ ایسا کرتی ہیں تو

اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا

اور کسی دن انہیں طلاق مل جائے گی چنانچہ وہی ہوا جس سے میں ڈرتا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ اس کے بعد اسی گھبراہٹ میں مدینہ تشریف لاتے۔ اور سب سے پہلے اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس گئے۔ دیکھا تو وہ رو رہی تھیں آپ نے فرمایا کیا ہوا. کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی ہے انھوں نے روتے ہوئے کہا کچھ پتہ نہیں مجھے صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ آپ ہم سے خفا ہو گئے ہیں اور مسجد میں چلے گئے ہیں آپ نے فرمایا دیکھ میں تیری ماں کو یہی کہا کرتا تھا کہ ایک دن تیری بیٹی کو طلاق مل جائے گی۔ کیونکہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے باتیں کرتی ہے۔ اس کے بعد آپ مسجد میں گئے وہاں خیمہ لگا ہوا تھا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے نشانات آپ کے بدن پر نظر آرہے تھے۔

حضرت عمر چاہتے تھے

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں گفتگو کریں. مگر ڈرتے بھی تھے کہ کہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ناراضگی پیدا نہ ہو۔ آخر انہوں نے گفتگو کا یہ ذریعہ نکالا کہ جاتے ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ خدا کے نبی ہیں خدا کے پیارے اور اس کے مقرب ہیں اور یہ خبیث قیصر اور کسریٰ دین سے بے بہرہ اور خدا اور رسول کو چھوڑنے والے ہیں مگر وہ تو اعلیٰ درجہ کے محلات میں رہتے ہیں اور آپ خدا کے نبی ہو کر ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔

ان کا منشا یہ تھا

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو غصہ آیا ہوا ہے دور ہو جائے۔ چنانچہ جب انہوں نے یہ بات کی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمانے لگے وہ تو ظالم بادشاہ ہیں۔ اور ہم خدا تعالیٰ کے نبی ہیں ہمارا ان چیزوں سے کیا کام ہے مجھے تو اللہ تعالیٰ نے کسی اور مقصد کے لئے بھجوایا ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ رسول کریم صلے اللہ

علیہ وسلم مجلس پڑھے ہیں اور آپ کا غصہ
فرو ہو گیا ہے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ
آپ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی
ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں نے تو طلاق نہیں دی۔ آپ نے کہا
الحمدللہ کہ آپ نے طلاق نہیں دی مگر
یا رسول اللہ عورتوں کی یہ حالت ہے کہ
ہم جب گھر میں جائیں اور کوئی بات
کریں تو ہماری بیوی مجھے مشورہ دینے
شروع کر دیتی ہے کہ یوں کرو اور یوں نہ
کرو۔

مکہ والوں میں رواج تھا

کہ وہ عورتوں کو بولنے نہیں دیتے تھے
اور یہی اثر حضرت عمرؓ پر بھی تھا چنانچہ
وہ کہنے لگے یا رسول اللہ میں نے اپنی
بیوی کو ڈانٹا کہ تم مجھے مشورہ دیتی ہو۔
تمہاری کیا حیثیت ہے کہ تم اس قسم کی
باتیں کرو اس پر وہ کہنے لگی حفصہ تو رسول
کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دے لیتی
ہے اور تم مجھے روکتے ہو تو میں نے کہا حق
نے کہا تم سمجھے روکو نہ کہ رسول کریم صلے
اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو منع نہیں فرماتے
ہیں سو یہ بات درست ہے تو دیکھنا
کسی دن تمہاری بیٹی کو طلاق مل جائے گی۔
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس پڑے اور
آپؐ نے فرمایا میں نے تو طلاق نہیں دی۔

اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
کس طرح عورتیں اپنے مردوں کو مشورے
دیتیں اور ان پر ایک رنگ کی حکومت
رکھتی تھیں پرانی طرز کے لوگ جیسے حضرت
عمرؓ تھے اپنی بیویوں کو ڈراتے بھی
تھے کہ اگر تم نے یہ طریق جاری رکھا تو
تمہیں طلاق دینی پڑے گی۔ لیکن بہرحال
اسلام نے عورت کا درجہ قائم کیا اگر
واقعہ میں عورت قابل نہ ہوتی تو کیا
خدا عورتوں سے ڈرتا تھا وہ سیدھی
طرح کہہ دیتا کہ عورتوں کو گھروں میں
بٹھاؤ نہ انہیں علم سکھاؤ نہ دین کے
مسائل سمجھاؤ صرف روٹیاں پکانے پر
انہیں مشغول رکھو مگر جب خدا نے
کہا کہ عورت کو دین سکھاؤ اور جب
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جس شخص کی دو لڑکیاں ہوں اور
وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور
انہیں علم سکھائے تو اس کے لئے
جنت واجب ہو جاتی ہے

تو اس کے معنے یہ تھے کہ عورت
بھی ویسا ہی دماغ رکھتی ہے جیسا کہ
مرد رکھتے ہیں اور عورت بھی ویسی ہی
ترقی کر سکتی ہے جیسے مرد کر سکتے ہیں
اگر عورت کا دماغ اس قابل نہیں
تھا کہ دنیا دین کو سمجھ سکتی اگر عورت کا دماغ
اس قابل نہیں تھا کہ وہ علوم کو اخذ کر
سکتا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایسا
کیوں فرماتے؟
پس دماغ تو ہے مگر عورت کو اس
سے کام لینا نہیں آتا کیونکہ اسے کام کی
طرف توجہ نہیں اس وقت ہزاروں عورتیں
یہاں بیٹھی ہیں اس سال کچھ تو جلسہ گاہ
بڑی بنادی گئی ہے اور کچھ سردی کی
وجہ سے عورتیں کم آئی ہیں لیکن پھر بھی
کل دوپہر کو پانچ ہزار عورتیں شمار کی گئی
تھیں ممکن ہے آج اس سے بھی زیادہ
ہوں یا کم از کم کل جتنی ہی ہوں چونکہ ہمارے
جلسہ گاہ میں غیر احمدی عورتیں بھی آتی ہیں
اور وہ بھی اس تعداد میں شامل ہوتی
ہیں اس لئے اگر غیر احمدی مستورات
پانچ سو بھی فرض کی جائیں اور ان کو اس
مقدار سے نکال دیا جائے تب بھی

ساڑھے چار ہزار احمدی عورت

اس وقت یہاں موجود ہے اگر تم اپنے
فرض کو ادا کرتیں اور ہر عورت سمجھتی کہ میں
نے کم از کم ایک عورت کو اسلامی نور
سے منور کرنا ہے تو اب تک احمدیت
کتنی ترقی کر چکی ہوتی۔ پھر ہماری جماعت
میں صرف اتنی ہی عورتیں نہیں جتنی اس
وقت یہاں موجود ہیں بلکہ ہماری جماعت
میں ایک لاکھ سے زیادہ عورتیں ہیں۔
اگر وہ ساری کی ساری اپنے فرض کو ادا
کریں تو کتنی جلدی احمدیت ترقی کر سکتی ہے
اور وہ مخالفت جو محض عورتوں کی وجہ
سے ہے کتنی جلدی ختم ہو سکتی ہے پس
ضرورت اس بات کی ہے کہ تم اپنی تعلیم کو
استعمال کرنا سیکھو۔ ہماری جماعت کی عورتوں
میں تعلیم بہت ہے مگر وہ اس تعلیم کو استعمال
کرنا نہیں جانتیں اور اپنے وقت کو ادھر
ادھر کی باتوں میں ضائع کر دیتی ہیں مردوں
میں بھی یہ نقص ہے مگر عورتوں میں نسبتاً
زیادہ ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب
کسی مجلس میں بیٹھتے تھے تو

ساٹھ دفعہ استغفار

کرتے تھے اس زمانہ میں مردوں میں بھی یہ
مادہ کم ہے اور عورتوں میں تو ساٹھ دفعہ
کیا استغفار کی بجائے ساٹھ ٹھٹھے ضرور بلند
ہوتے ہیں جہاں عورتیں بیٹھتی ہیں وہاں ساٹھ
دفعہ ہاہا ہو ہو ضرور ہوتی ہیں اگر ہاہا کرنے
کی بجائے وہ ساٹھ دفعہ نیکی بیان کریں اگر وہ
ہاہا کرنے کی بجائے وہ ساٹھ دفعہ
استغفار کریں اگر ہاہا کرنے کی بجائے وہ
ساٹھ معقول باتیں بیان کریں تو اس سے
کتنی اصلاح ہو سکتی ہے؟

مسئلہ جہاد اور علماء زمانہ

(بقیہ صفحہ ۲)

لیکن مغربی مصنفین و مفکرین
نے اس لفظ کا مفہوم کچھ
اس طرح دنیا کے سامنے
پیش کیا ہے جس سے مسلمان
اور اسلام کی غلط تصویر لوگوں
کے سامنے آتی ہے ان کے
نزدیک ہر غیر مسلم کے خلاف
نعرۂ جنگ اور تلوار کے زور
سے اسلام قبول کرانے کی
کوشش کا نام جہاد ہے۔"
(دعوت دہلی ۱۰ ۲/۶۲ صفحہ ۲)
اس وقت ہمیں ان تفصیلات
میں جانے کی ضرورت نہیں کہ یہ جماعت
یا ان کے ہمخیال دیگر علماء کس
طرح اپنے سابق موقف کو ترک کر
چکے ہیں۔ بہرحال ہمیں اس بات کی
خوشی ہے کہ ان کے علماء کو اسلام کی
اس اصل تعلیم پر سنجیدگی سے غور کرنے
کا موقعہ ملا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات سیدنا
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی
فتح اور عظیم الشان غلبہ کا بھی ایک
بین ثبوت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ
کی وہ بات بھی پوری ہوئی جو سیدنا
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک
زمانہ پہلے الہاماً بتائی گئی تھی کہ
"تیری فتح ہوئی تیرا غلبہ ہوا"
یہ فتح اور یہ غلبہ درحقیقت آپ ہی کے
پیش کردہ نظریات کے مخالف علماء کی طرف
سے باوجود مخالفت کے بالآخر تسلیم کئے
جانے کے ذریعہ ظاہر ہوا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

شکرانہ فنڈ

ان کا خاصہ ہے کہ وہ مختلف خوشیوں کی تقاریب پر مثلاً نکاح کے موقعہ پر
شادی پر بچہ کی پیدائش پر مکان کی تعمیر پر امتحان میں کامیاب ہونے پر
حادثات سے محفوظ رہنے اور غموں سے نجات پانے کے مواقع پر اللہ تعالیٰ
کے حضور شکرانہ کے طور پر کچھ نہ کچھ نذرانہ پیش کرتا ہے۔
احباب جماعت اپنے مواقع پر محاسب صاحب قادیان کے نام "شکرانہ فنڈ"
میں کچھ نہ کچھ بھجوا کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں۔

ناظر بیت المال قادیان

درخواستہائے دعا

(۱) مکرم محمد یاسین صاحب ندیم سیکرٹری مال نیروبی افریقہ نے اپنی صحت
کاملہ، حکیمانہ ترقی۔ درستی حالات، علاقہ میں ترقی احمدیت اور
بچوں کے خادم دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔ احباب
موصوف کے ان مقاصد میں کامیابی کے لئے دعا فرماویں۔ موصوف مرکز
سلسلہ قادیان اور درویشان کے لئے بہت قربانی کرنے والے مخلصین
میں سے ہیں۔ ناظر بیت المال قادیان

(۲) عاجزہ کے شوہر سید مشتاق احمد صاحب ۲۵ سال سے متعدد لاعلاج
امراض میں مبتلا ہیں حالت ناگفتہ بہ ہے نیز عاجزہ کو بھی عرصہ دراز سے
بعض تکلیف دہ عوارض ہیں۔ تمام احباب جماعت کی خدمت کی بصد ادب
گذارش ہے کہ مہربانی فرما کر ہماری روحانی و جسمانی بیماریوں کو
جلد شفایابی اور کلی صحتیابی کے لئے دردِ دل سے دعا فرمادیں۔
عاجزہ شمس ربی عرف منتائی سمبلپور۔ اڑیسہ

(۳) میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ دو ماہ سے سخت بیمار ہیں احباب دعا
فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عطا کرے۔
خاکسار ملک عبد الکریم آسنوری۔

اخبار صدق جدید لکھنؤ میں مطبوعہ ایک اعتراض کا مدلل جواب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کیلئے وصیت کرنے کا استثناء

(از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی)

(۲)

معترض صاحب نے رسالہ الوصیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے لئے وصیت نہ کرنے کے استثناء کی جو عبارت نقل کی ہے۔ عجیب بات ہے اس کے ساتھ ہی استثناء کی ایک وجہ بھی مذکور ہے مگر افسوس ہے کہ وہ اعتراض کی دھن میں اسے دیکھ نہیں سکے اور وہ وجہ اور حکمت یہ ہے کہ خدا تعالے اس استثناء کے ذریعہ سے جماعت کے منافقوں کا نفاق ظاہر کرنا چاہتا تھا چنانچہ واقعات نے بھی اس امر کی تصدیق کر دی۔ اور جماعت کے ایک منافق حصہ نے آپ کے اہل و عیال کے بارہ میں اعتراضات کھڑے کر کے اپنے نفاق کا بھنڈا پھوڑ دیا۔

علاوہ ازیں اس استثناء کی غرض یہ بھی تھی کہ اللہ تعالے آپ کے اہل و عیال کو مستثنیٰ قرار دے کر ان کی اعلےٰ قربانیوں کو دنیا پر ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ جو اس استثناء کی صورت میں ان سے ظہور میں آنے والی تھیں چنانچہ مالی لحاظ سے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی اولاد کی قربانیاں بھی دوسروں سے بڑھ چڑھ کر رہی ہے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا چندہ جماعت کے زیادہ سے زیادہ چندہ دینے والے افراد (بعض وانیے افراد سے ہمیشہ بڑھ کر رہا ہے۔ تحریک جدید کا ریکارڈ اس امر کا بین ثبوت ہے علاوہ اس کے ان کی زندگیاں شروع سے اب تک دین کے لئے وقف ہیں۔ اسلام کی اشاعت جس رنگ میں ان کے ذریعہ سے ہو رہی ہے ایک دنیا اس کی گواہ و معترف ہے ان کے ذریعہ سے دین اسلام دنیا کے کناروں تک جا پہنچا ہے اور ادیان دیگر ادیان پر ایسا غلبہ ہو رہا ہے کہ مخالفین اسلام بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ غرضیکہ انہوں نے اپنی جان و مال و آبرو کو اسلام کے لئے قربان کر رکھا ہے عدم استثناء کی صورت میں موصی بن کر جو قربانی وہ کر سکتے تھے اس سے کہیں بڑھ کر انہوں نے قربانیاں پیش کی ہیں اور اپنی زندگیوں کو اسلام کی خاطر بطور نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ ایسا نمونہ کہ جس کی مثال آج روئے زمین پر ملنی محال ہے۔ وہ کونسا موقع ہے جس میں انہوں نے اپنی زندگیوں کو اسلام کی خاطر موت کے منہ میں نہ دھکیل دیا ہو۔ اور اس سے پیچھے ہٹ گئے ہوں

دنیوی وجاہت کے لحاظ سے آپ کا خاندان خدا تعالے کے فضل سے بہت آگے تھا۔ اگر وہ دنیوی جاہ حاصل کرنا چاہتے تو اس کے لئے بڑا موقع تھا۔ مگر انہوں نے دنیا کو لات مار کر ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا اور اس کے لئے بڑے بڑے خطرات کو اپنے سر پر لینے سے بھی پس و پیش نہیں کیا۔ ایسے حالات میں کسی معترض کے اعتراض کی وقعت در حقیقت کیا باقی رہ جاتی ہے۔

خود حضرت بانی سلسلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ساری زندگی اسلام کی خاطر وقف رکھی۔ اور اپنی عمر کے اس حصہ میں جبکہ انسان کے قوا کمزور ہو جاتے ہیں (؟) ... کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ باوجود بے سروسامانی کی حالت کے اور باوجود گوناگوں مشکلات کے اسلام کی تائید میں اسی سے زیادہ کتب لکھ کر اسلام ... کو تمام ادیان پر غالب کر کے دکھا دیا۔ اور دشمن چیلنج پر کچھ بھی نہ کر سکے پر بھسم ہو گیا۔

علاوہ ازیں آپ صداقت اسلام کے اظہار کے لئے دشمن کے سامنے سینہ سپر رہے اور نشانات نمائی کیلئے آپ نے چیلنج پر چیلنج دیئے مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ مالی لحاظ سے بھی آپ نے اپنی تمام جائداد کو اسلام کیلئے وقف کر دیا۔ براہین احمدیہ جیسی عظیم الشان کتاب صداقت اسلام کے لئے شائع فرمائی اور اپنی تمام ... دنیا کا انعام ... والے کے لئے موقوف کر دی۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسا فائدہ تھا۔ جو آپ کو وصیت نہ کرنے کی صورت میں حاصل ہو سکتا تھا۔ جس سے وصیت کر کے آپ محروم ہو سکتے تھے۔ وصیت کی صورت میں دسواں حصہ سے لے کر زیادہ سے زیادہ تیسرا حصہ کی ادائیگی کے آپ ذمہ دار ہوتے مگر وصیت کے بغیر آپ نے اپنی کل جائداد اسلام کے لئے پیش کر دی۔ کیا دنیا میں ایسے تفاوت کی مثال سوائے خدا تعالے کے ماموروں کے اور کہیں نظر آتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ براہین احمدیہ کے ذریعہ سے جو شاندار خدمت اسلام و قربانی آپ نے پیش کی تھی۔ وہ اس وقت خوب سراہی گئی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس پر ایک ضخیم ریویو شائع کیا جس پر اس نے حسب ذیل الفاظ میں اس امر کا اعتراف کیا وہ لکھتے ہیں۔

" مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھا کرتے تھے) ہمارے ہم مکتب بھی۔"

" مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدہ کی رو سے (و اللہ حسیبہٗ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار و صداقت شعار ہیں "۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ صفحہ ۹)

" ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی ...... اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے "۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ صفحہ ...)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت کوئی معمولی شہادت نہیں۔ اس شہادت نے آپ کے حق میں فیصلہ دیا اور باقی مسلمانوں نے اس وقت اسے تسلیم کیا اور اس کے خلاف آواز اٹھانا تھا کہ اس کی پوری پوری تصدیق کر دی۔ پس وصیت کے مقابلہ میں مذکورہ استثناء نے ان کی شان کو اور بھی دوبالا کر کے ظاہر کر دیا پس اس وجہ سے وہ اور بھی قابل ستائش ہیں نہ قابل اعتراض۔

اگر ان کی طرف سے یہ شاندار قربانیاں ظاہر نہ ہو چکی ہوتیں۔ تو بیشک ایک ناواقف اور کوتاہ بین کے لئے یہ امر قابل اعتراض ہو سکتا تھا مگر جبکہ ایک زمانہ ان کی قربانیوں کا اعلےٰ کامل نمونہ دیکھ چکا ہے۔ اور شدید ترین دشمن بھی آپ کا اعتراف کر رہے ہیں تو معترض صاحب کا اعتراض قابل تعجب ہے

تقویٰ اور اسلام کے لئے محبت، غیرت، جوش اور اس کے لئے قربانیاں اور دلائل و معجزات کا ایک ایسا غیر معمولی نمونہ ہمارے سامنے ہے کہ کوئی کیا پیش کرے گا۔ میں تقویٰ کے متعلق یہاں آپ کے چند اشعار نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جس سے آپ کے اور آپ ....

.... کے اہل و عیال کے تقویٰ کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے آپ فرماتے ہیں ؎

ہمیں اس یار سے تقویٰ عطا ہے
نہ یہ ہم سے کہ احسان خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے
کہ یہ حاصل ہو جو شرط لقا ہے
یہی آئینہ خالق نما ہے
یہی اک جوہر سیف دعا ہے
ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اک فخر شان اولیاء ہے
بجز تقویٰ زیادت ان میں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے
اگر سوچو یہی دار الجزا ہے
مجھے تقویٰ سے اس نے یہ جزا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو ہے حاصل اسلام تقویٰ
خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ
مسلمانو بناؤ تام تقویٰ
کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ
یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ان اشعار پر کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے یہ اشعار آپ کے تقویٰ کے منہ بولتے گواہ ہیں۔ اور معترض صاحب کے اعتراض کا جواب شافی ہیں۔ ایسی بہت سی تحریریں تقویٰ و اعمال صالحہ کے متعلق آپ کی کتب سے پیش کی جا سکتی ہیں۔ اور وہ ایسی تحریریں ہیں کہ جو بغیر تقویٰ کے کسی ... کے قلم سے نکل ہی نہیں سکتیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ ایسی موثر تحریریں بجز مامورین اللہ کے کسی کے قلم سے نکل ہی نہیں سکتیں۔ پس استثناء سے یہ سمجھ لینا کہ گویا آپ نے اور آپ کے اہل و عیال کے لئے تقویٰ و اعمال صالحہ کی پابندی ضروری نہیں درست نہیں۔ آپ کا لٹریچر اور تیار کردہ جماعت احمدیہ اس بات کی زندہ گواہ ہے کہ باوجود اس استثناء کے اعمال صالحہ و تقویٰ کے آپ جس قدر پابند تھے وہ ساری دنیا کے لئے ایک کامل نمونہ ہے۔ باوجود شدید مخالفتوں کے کم از کم دس لاکھ کے قریب افراد نے معترض کی جماعت سے نکل کر ان کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے دیا ہے اور ان کو اپنے

(باقی صفحہ ۸ پر)

عزیز ڈاکٹر محمد احمد صاحب عدن کی وفات

از حضرت حافظ محمد دین صاحب بٹالوی (صحابی) درویش قادیان

عدن سے مورخہ ۱۷ رجولائی ۱۹۶۲ء کو تار موصول ہوا کہ میرا پیارا اور خدمت گزار بیٹا عزیز ڈاکٹر محمد احمد وفات پا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میرا دل بہت محزون اور آنکھیں اشکبار رہیں۔ لیکن میں اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر راضی ہوں کہ "بانیوں کا پر سے یہانہ محبیا ہے دل تو جان کا فکر" عزیز ڈاکٹر صاحب کچھ عرصہ سے بیمار رہتے اور اس کی اطلاعات مل رہی تھیں لیکن یہ خدشہ نہ تھا کہ وہ اس قدر جلد اپنے بوڑھے اور ضعیف والد اور بیمار سے اہل و عیال کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے جائیں گے۔ خیر! مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

عزیز ڈاکٹر محمد احمد میری پہلی بیوی حسین بی بی صاحبہ مرحومہ کے بطن سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت کے اواخر میں پیدا ہوئے حضور اقدس علیہ السلام نے ہی ان کا نام محمد احمد رکھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم ہمارے وطن مالوف موضع تھہال ضلع گجرات میں ہوئی۔ مڈل کھاریاں سے پاس کیا۔ میٹرک قادیان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول سے پاس کیا اور میڈیکل کالج امرتسر میں ڈاکٹری کی تعلیم پائی۔ جب انہوں نے ڈاکٹری کا امتحان دینا تھا۔ تو اسہال اور سخت پیچش میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے اساتذہ نے کہا کہ تم بہت نحیف اور کمزور ہو گئے ہو اور امتحان دینے کے قابل نہیں آئندہ سال امتحان دے لینا۔ لیکن میرے عزیز بچے نے جواب دیا کہ میں ایک غریب باپ کا بیٹا ہوں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ایک سال مزید باپ کے لئے مالی بوجھ کی ذمہ داری ڈالوں بلکہ اپنے والد صاحب کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ عزیز نے اس حالت میں امتحان دیا کہ رفع حاجت کے لئے پاٹ پاس رکھا ہوا تھا۔ اور مجھے روزانہ دعا کے لئے لکھتا رہا۔ میں نے لکھا کہ بیماری کی حالت میں میں امرتسر آکر تیمارداری کرتا ہوں۔ لیکن عزیز نے لکھا کہ آپ امرتسر نہ آئیں۔ کیونکہ اس طرح مجھے آپ کی طرف توجہ رہے گی۔ اور امتحان کا حرج ہوگا۔ آپ پرسوز دعاؤں سے امداد فرمائیں۔ جب ان کا آخری پریکٹیکل کا پرچہ تھا تو انہوں نے مجھے امرتسر آنے کے لئے لکھا۔ جب میں کالج پہنچا۔ تو وہ آخری پرچے سے فارغ ہو چکے تھے۔ چونکہ میں ان کو اپنے ساتھ وطن لے آیا۔ آخری پریکٹیکل کے پرچہ میں ان کو اپنا خون ٹیسٹ کرنے کے لئے کہا گیا۔ انہوں نے اپنی انگلی میں بار بار سوئی چبھوئی لیکن ان کی انتہائی کمزوری کی وجہ سے خون کا کوئی قطرہ نہ نکلا۔ آخر بڑی مشکل سے ایک دو قطرے نکالے گئے اور انہوں نے اس میں سے جراثیم گن کر بتائے۔ ان کو بیماری کی وجہ سے امتحان میں ناکامی کا خدشہ تھا میں نہایت سوز و گداز سے دعاؤں میں مصروف رہا۔ بالآخر تار کے ذریعہ کامیابی کی اطلاع ملی اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد مشرقی افریقہ میں چلے گئے۔ وہاں پر حسب دلخواہ کام نہ چلا۔ میڈیکل سروس سالانی ایڈہاک بیسس پر ملازمت پر زور دیتا تھا۔ چنانچہ وہاں سے محترم ڈاکٹر لال دین صاحب نے عدن بھجوا دیا۔ یہاں چند ایک عرصہ سے نہایت کامیابی سے اپنا ڈاکٹری کا کام چلا رہے تھے۔ بفضلہ تعالیٰ ان کی آمدنی ہزاروں روپے ماہوار تک پہنچ گئی۔ عدن میں ان کو چوٹی کا ڈاکٹر سمجھا جاتا تھا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کو حضرت اقدس علیہ السلام کے مقدس خاندان سے بہت عقیدت اور محبت تھی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آپ پر خاص طور پر شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضور ایدہ اللہ نے ڈاکٹر صاحب کی بیماری کے پیش نظر شہور حب چند سبیلہ پچاس روپیہ کی خرید کر بھجوائی۔ حضرت سیدی مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بھی خاص طور پر ڈاکٹر صاحب پر نظر شفقت رکھتے اور ان کی سود و بہبود کے متعلق پوری پوری دلچسپی لیتے رہے ہیں چنانچہ اپنے ایک خط مورخہ ۲۱/۵ میں خاکسار کے نام تحریر فرماتے ہیں:-

"آپ کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ عزیز ڈاکٹر محمد احمد لاہور پہنچ گئے ہیں۔ والحمد للہ خیریت سے ہیں اور ربوہ جانے کے بعد قادیان جانے کی بھی کوشش کریں گے وہ ہر طرح خیریت سے ہیں۔ مجھے پرسوں دفتر میں آکر ملے تھے۔ گو اب ان کے چہرہ پر مجھے گذشتہ کی طرح زیادہ جوانی کے آثار نظر نہیں آئے۔"

ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے ساتھ بھی عزیز ڈاکٹر محمد احمد کے گہرے اور قریبی تعلقات رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سلسلہ کی خدمات بجا لانے میں بہت مستعد تھے۔ فضل عمر ہوسٹل میں ایک کمرہ کی قیمت ادا کی۔ مہمان نوازی کی صفت آپ میں بہت نمایاں تھی۔ جب محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اور ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین سفر یورپ کے دوران میں عدن سے گزرے تو ان کو خاص طور پر اپنے پاس ٹھہرا کر ان کی مہمان نوازی کی۔ اسی طرح محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو ولائت جاتے ہوئے عدن اپنے پاس ٹھہرا کر اپنے اخلاص و محبت اور عقیدت کا ثبوت دیا۔

تقسیم کے بعد عزیزی ڈاکٹر صاحب ۱۹۵۰ء میں ملنے کے لئے قادیان آئے اور دو دن زیارت قادیان اقدس میں قیام کیا مجھے کہنے لگے کہ آپ خورد سال بچوں کو خدا کے سپرد کر کے بطور درویش قادیان میں مقیم ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی قربانی کو ضرور قبول فرمائے گا اور وہ کام جو قادیان میں قیام کی وجہ سے ادھورے اور بغیر نگرانی کے پڑے ہوئے ہیں اپنے فضل سے بخیر و خوبی سر انجام دے گا۔ کیونکہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حکم سے درویشی کے عہد سعادت کو گزار رہے ہیں جب آپ واپس پاکستان جانے لگے تو امرتسر تک میں ساتھ گیا۔ بوقت رخصت میں بھی اشکبار تھا اور ڈاکٹر صاحب بھی آبدیدہ تھے۔ اس کے بعد وہ ربوہ گئے جہاں ابھی شہر تعمیر نہ ہوا تھا لیکن انہوں نے باوجود رہائشی دقتوں کے خیموں میں قیام کیا۔ اور بٹالہ۔ کھاریاں اور دیگر مقامات سے ہوتے ہوئے واپس عدن لوٹ گئے۔

میری مالی حالت اچھی نہ تھی لیکن عزیز ڈاکٹر صاحب نے اپنی دوسری والدہ اور بہنوں اور بھائیوں کی خدمت بطور گذارہ وظائف کے سلسلہ ہمیشہ فراخدلی اور محبت کا ثبوت دیا۔ ڈاکٹر صاحب نماز اور دیگر ارکان اسلام کے پابند تھے اور جمعہ کی نماز کی شمولیت کے لئے عدن سے شیخ عثمان جہاں پر احمدی جماعت قائم ہے باقاعدہ جاتے تھے۔

۱۹۳۶ء میں ڈاکٹر صاحب نے مجھے حج کے لئے بلایا اور میں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے مکرم مولانا محمد سلیم صاحب کی معیت میں فریضہ حج ادا کیا۔

۱۹۶۱ء میں عزیز ڈاکٹر صاحب نے خاکسار کو عدن جانے کی دعوت دی اور پاسپورٹ وغیرہ کا بھی خود ہی کیا۔ ان کی خواہش تھی کہ ایک تو عدن ان سے ملاقات ہو جائے گی۔ اور دوسرے ان کی والدہ مرحومہ کی طرف سے حج بدل کرایا جا سکے گا۔ لیکن کیونکہ پاسپورٹ دیر سے تیار ہوا اس لئے میں حج نہ کر سکا تاہم بذریعہ ہوائی جہاز عدن پہنچ گیا۔ ہوائی سفر کے جملہ اخراجات عزیز ڈاکٹر صاحب نے ادا کئے اور عدن میں چند ماہ قیام کر کے درویشی کے فرائض ادا کرنے کے لئے قادیان دارالامان لوٹ آیا۔ بوقت رخصت عزیز ڈاکٹر صاحب مرحوم نے مجھے ایک ہزار روپیہ دیا اور ان کے دوسرے بھائی عزیز سلطان احمد نے پانچسو روپیہ دیا۔ ہوائی اڈہ تک ڈاکٹر صاحب اور دوسرے بھائی عزیز مجھے رخصت کرنے کے لئے آئے مجھے کیا معلوم تھا کہ میری ڈاکٹر صاحب سے آخری ملاقات ہے خدا تعالیٰ عزیز مرحوم کو اپنی بے پایاں رحمت اور فضل سے نوازے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جوار میں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔

عزیز ڈاکٹر صاحب نے اپنے پیچھے ایک بیوہ عزیزہ کلثوم بیگم اور ایک دعا گو اور غمزدہ باپ کو چھوڑا ہے۔

ان کا ہونہار لڑکا عزیز افضل احمد سلمہ اللہ بھی ولایت سے ڈاکٹری کی بڑی ڈگری حاصل کر کے اب کامیابی سے پریکٹس کر رہا ہے۔ گزشتہ سال اس کی شادی مشرقی افریقہ میں مکرم ڈاکٹر لال دین صاحب افریقی کے ہاں ہوئی۔ اور عدن سے برات بذریعہ ہوائی جہاز مشرقی افریقہ گئی۔ گو عزیز ڈاکٹر محمد احمد صاحب کو اس شادی کے نتیجہ میں مزید خوشیاں دیکھنی نصیب نہ ہوئیں۔ لیکن میرا محسن و مہربان خدا مرحوم کو جنت نعیم میں اپنی رحمت خاصہ سے نوازے گا۔ اور ان کی اولاد اور لواحقین کو اپنی خاص نعمتوں اور برکتوں سے متمتع کرے گا اور ہم بے کسوں کا حقیقی سہارا اور ہمارے دکھوں کا مداوا اس محسن حقیقی کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

—— [illegible] ——

شاہانِ اسلام کی رواداریاں

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

(۴)

بھگتی تحریک کا مقصد بھگتی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کی روز افزوں ترقی روک دی جائے اور ہندوؤں کو یہ ذہن نشین کرایا جائے کہ نجات حاصل کرنے کے لئے تبدیلِ مذہب کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے مسلک پر رہ کر نجات حاصل کر سکتا ہے

لواہوں اور لودھن "لواہوں" اور "لودھن" یہ دو نوں ہندو بزرگ جو سلطان فیروز شاہ تغلق اور سلطان سکندر لودھی کے زیر عتاب آئے ان کا یہ قول تھا کہ

"اسلام حق است و دینِ من
نیز درست است"

ترجمہ:- اسلام حق ہے مگر میرا دین بھی درست ہے۔

یہ تحریک اشاعتِ اسلام کے راستے میں ایک سنگِ گراں تھی۔ اور اس تحریک سے اسلامی مقاصد کو زبردست نقصان پہنچا۔ مگر اس کے باوجود کسی مسلمان بادشاہ نے اس پر پابندی نہیں لگائی۔ اور یہ تحریک دولتِ شمسیہ سے لے دولتِ مغلیہ تک یعنی چھ سو سال تک مسلمان بادشاہوں کی سرپرستی میں پھلتی پھولتی رہی۔ اس سے بڑھ کر ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی رواداری کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

لواہوں و لودھن کے قتل کے اسباب کہتے ہیں کہ لواہوں اور لودھن کا قتل اسی تحریک سے وابستگی کی بنا پر ہوا۔ مگر ہم ذرا سوچ سمجھ سے کام لیں تو معلوم ہوگا کہ یہ مذہبی قتل نہیں بلکہ سیاسی قتل تھا۔ اس تحریک سے صرف یہی دو ہندو عہدہ دار تو وابستہ نہیں تھے۔ بلکہ پورے ہندوستان میں یہ تحریک مقبول عام ہو گئی تھی اگر اس کے خلاف کوئی مواخذہ کیا جاتا تو لاکھوں آدمی زیر عتاب آتے۔

میں تو اس کے برعکس بعض قرائن کی بنا پر یہ خیال کرتا ہوں کہ مسلمانوں نے اس تحریک کی مخالفت کرنے کی بجائے اور حوصلہ افزائی کی۔ ایک مرتبہ خواجہ نظام الدین اولیاء نے ہندوؤں کو پوجا پاٹ کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ

ہر قوم راست راہے
دینے و قبلہ گاہے

کیا خواجہ صاحب کے اس قول سے بھگتی تحریک کی تائید نہیں ہوتی۔

غرض مسلمان بادشاہوں کے علاوہ صوفیاءِ اسلام نے بھی اس تحریک کی حوصلہ افزائی کی۔ اور اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان بادشاہوں اور عوام نے ہمیشہ اس تحریک کی تائید کی جس سے اسلام کے جزوی مقصد کی بھی تائید ہوتی ہو۔ مسلمان محمد بن قاسم کے وقت سے ہندوستان میں اخوت و مساوات کا پرچار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ سندھ میں اسلامی حکومت کے قائم ہونے پر جو وہاں کے عام باشندوں نے یہ انقلاب دیکھا کہ سماج میں اونچ نیچ کی جو تفریق تھی وہ ختم ہو گئی۔ اب نیچ ذات کے ہندو بھی شہر میں اونچی ذات کے ہندوؤں کے محلہ میں گھر بنانے لگے غروبِ آفتاب کے بعد جس طرح ٹھاکر اور پنڈت شہر پناہ کے اندر آ سکتے تھے اب نیچ ذات کا ایک معمولی ہندو بھی آنے جانے لگا۔ غرض اسلام ہندوستان میں آتے ہی بنی نوع انسان کی اس مقدس خدمت میں مشغول ہو گیا۔ اور محمد بن قاسم کے وقت سے لے کر "دورِ لامرکزیت" دولتِ مغلیہ اور سلطنتِ خداداد کے زمانے تک مسلمان برابر ہندوؤں کی اس خدمت میں مصروف رہے۔ مسلمان اپنے اس عظیم مقصد کی تائید میں جہاں جو چیز پاتے لے لیتے۔ مسلمانوں کے نزدیک بھگتی کی تحریک بھی اسی قسم کی تھی اس سے ہندو سماج میں مساوات قائم کرنے میں مدد ملتی تھی۔ اس لئے مسلمان بادشاہوں اور صوفیاء نے کبھی اس کی مخالفت نہیں کی۔

آریہ سماج کی تحریک ہم اس زمانے میں آریہ سماج کی تحریک سے مسلمانوں کے طرزِ عمل کو سمجھ سکتے ہیں۔ آریہ سماج نے اسلام کے خلاف کتنا لٹریچر شائع کیا اسے کون نہیں جانتا لیکن آریہ سماج کے ابتدائی حامیوں میں مسلمان زعماء بھی پیش پیش نظر آتے ہیں۔ صرف اس جذبہ کہ سوامی دیانند جی بت پرستی کی مخالفت کرتے تھے اور مساوات کا پرچار کرتے تھے جس سے اسلام کے جزوی مقصد کو تقویت ہوتی تھی۔

دورِ لامرکزیت

خاندانِ تغلق کے آخری دور میں ہندوستان میں لامرکزیت کا دور شروع ہو گیا بعض بعض لوگ اسی بنا پر سلطان محمد تغلق کو عاقبت نااندیش کہتے ہیں کہ اس نے دہلی کی آبادی دکن یعنی دولت آباد کی طرف منتقل کر کے علماء، صوفیاء اور عوام پر بڑا ظلم کیا۔ لیکن جب ہم اس انتقال مکانی کا نتیجہ دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آبادی کا یہ انتقال بڑے گہرے منصوبے کے ماتحت کیا گیا تھا اس کے بعد ہی دکن اسلامی تہذیب و تمدن سے متعارف ہوا۔ اور ہندوستان کے اس دور افتادہ خطہ میں اسلام و حکمت کی روشنی پھیلی۔ خیر یہ میرا موضوعِ سخن نہیں۔

ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ دورِ لامرکزیت میں جو علاقائی حکومتیں قائم ہوئیں۔ انہوں نے رواداری کی کیا مثالیں قائم کیں۔

تو واضح ہو کہ دولتِ تغلق اور لودھیوں کے آخری دور میں کشمیر، جونپور، دکن، سندھ اور گجرات میں علاقائی حکومتیں قائم ہوئیں۔ ان علاقائی خود مختار بادشاہوں نے رواداری کی جو مثالیں قائم کیں۔ وہ ہمارے محبوب وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کی زبانی سنیئے۔ آپ ڈسکوری آف انڈیا میں لکھتے ہیں کہ

جونپور کی حکومت "حملۂ تیموری کے بعد "جونپور" میں ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت قائم ہوئی اس سلطنت میں ہندی کو بہت فروغ ہوا۔"

کشمیر کی حکومت آپ کشمیر کے سلطان زین العابدین کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"سلطان بادشاہ زین العابدین کو دینی رواداری، قدیم تمدن اور سنسکرت علوم کی سرپرستی میں مقبولیت حاصل ہوئی۔"

سرکاری زبان پھر تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ دکن کی بہمنی سلطنت کے زمانے میں ایک مرتبہ ہندی سرکاری زبان بنائی گئی۔

دولتِ مغلیہ

لودھیوں کے بعد ہندوستان میں سلطنتِ مغلیہ کا آفتابِ اقبال طلوع ہوا۔ ابراہیم لودھی کے زمانے میں شہنشاہ ظہیر الدین بابر نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ ابراہیم لودھی میدانِ جنگ میں مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا اور شہنشاہ بابر ہندوستان کے تاج و تخت کا مالک ہو گیا۔ اس کے بعد ہمایوں اس کے تخت کا وارث ہوا۔ مگر اس سے پیشتر کہ ان دونوں بادشاہوں کو یہاں اپنا جوہرِ حکمرانی دکھانے کا موقعہ ملتا ہندوستان کے تخت پر شیر شاہ سوری کا قبضہ ہو گیا۔

شیر شاہ سوری

اس نامور اور نیکنام بادشاہ کا نسب نامہ غوری خاندان سے ملتا ہے۔ ہم جب اس کی طرزِ حکومت دیکھتے ہیں تو اس کی عظمت نظروں میں دوبالا ہو جاتی ہے۔ اس عظیم المرتبت بادشاہ کا زمانہ بہت مختصر رہا۔ یعنی صرف چھ سال اس نے حکومت کی۔ اس عرصہ میں وہ معروفِ جنگ بھی رہا۔ مگر اس مختصر سی مدت میں اس نے ملک کے کامل۔ زمین کی پیمائش اور رفاہِ عام کے ایسے شاندار کارنامے کئے کہ پچھلے مسلمان بادشاہوں کی تاریخ میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس مختصر مدت میں شیر شاہ کا بنگال سے پشاور تک ایک کشادہ سڑک بنانا۔ ہر میل پر مسافروں کے قیام کے لئے سرائیں تعمیر کرنی۔ سڑکوں کے کنارے سایہ دار۔ پھلدار درخت لگانا۔ پھر ان سراؤں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے الگ الگ کھانے پینے کا انتظام کرنا۔ اس کی مختصر سی زندگی کا کارنامہ ہے۔ ہم شیر شاہ سوری کے پورے عہدِ حکومت کو پنج سالہ منصوبہ بندی یا ۱۹۷۴-۷۹ کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے پنج سالہ منصوبے میں بھی High Way کی تعمیر شامل ہے۔ لیکن جب ہم شیر شاہ سوری کی سرائے۔ کنوئیں اور درخت لگانے کا منصوبہ دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پلان اور منصوبے سے زیادہ ان کے پلان پر عمل کیا گیا۔ شیر شاہ سوری کی پوری زندگی شاہانہ رواداری اور فیاضی کی ایک تصویر ہے۔ انہوں نے اس مختصر سی مدت میں ملک بھر میں جیسا صاف ستھرا انتظامِ حکومت جاری کیا وہ شیر شاہ کا معجزہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

سلطان سلیم شیر شاہ سوری کے بیٹے سلطان سلیم نے باپ کے آثار کو اور ترقی دی۔ لیکن ان کے بعد سلطنت کی باگ ڈور پھر مغلیہ خاندان کے ہاتھ میں آ گئی۔

اکبر بادشاہ مغلِ اعظم شہنشاہ اکبر جب ہندوستان کے تاج و تخت کا وارث ہوا۔ اس وقت ان کے سامنے شیر شاہ سوری کی حکومت کا نمونہ تھا۔ ظہیر الدین بابر یا ہمایوں نے ورثہ میں کوئی مستقل نظامِ حکومت نہیں چھوڑا تھا اس لئے شہنشاہ اکبر نے شیر شاہ سوری کی پالیسی کو اپنی حکومت کا نقطۂ مرکزی بنایا۔ اور انہیں کی سیاسی۔ اقتصادی اور مذہبی پالیسی کو خوب ترقی دی۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے وہ ہندوستان کا سب سے رواداراور فیاض بادشاہ مشہور ہوا۔

جہانگیر بادشاہ شہنشاہ اکبر کے بعد ہندوستان کے اورنگِ حکومت

شہنشاہ سلیم جہانگیر بیٹا۔ تزک جہانگیری میں ہے کہ اس نے تخت نشین کے بعد بارہ احکام جاری کئے۔ جن میں سے بعض احکام کا میں ذکر کرتا ہوں

(۱) سلطان کے محل سے جمنا کے کنارے تک ایک زنجیر عدل لٹکائی جائے محل کے ہر گوشے میں اس کے ساتھ گھنٹے بندھے ہوں جب کوئی مظلوم یا دکھی بادشاہ سے فریاد کرنی چاہے تو وہ بے خوف و خطر یہ زنجیر کھینچے بادشاہ فوراً اس کی فریاد سنے گا۔ دن اور رات کی جس گھڑی میں بھی فریادی چاہے وہ زنجیر کھینچ سکتا تھا۔

اس زنجیر عدل کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریادی کو بادشاہ کے دربار تک پہنچنے میں کوئی روک ٹوک نہیں رہی۔ شہنشاہ جہانگیر جانتا تھا کہ حاجب "دربان" اور امراء سلطنت مظلوموں کو بادشاہ تک پہنچنے نہیں دیتے۔ اس لئے انہوں نے اپنے محل سے جمنا کے کنارے تک یہ زنجیر لٹکا دی۔

(۲) شہنشاہ جہانگیر نے دوسرا حکم یہ جاری کیا کہ سن جلوس سے ہر ہفتہ دو دن یعنی جمعرات اور اتوار کو ہر قسم کا ذبیحہ ممنوع ہوگا۔

ان احکام میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ

(۳) ہر بڑے شہر میں شفاخانے بنوائے جائیں اور اس کے سارے اخراجات خزانہ شاہی سے ادا کئے جائیں۔

آگرہ

شہنشاہ جہانگیر کی تاجپوشی آگرے میں ہوئی۔ عہد تیموری کے بعد آگرہ ہی ہندوستان کا پایۂ تخت بن گیا تھا جہانگیر نے اپنی تزک میں آگرے کی آبادی کا حال بھی لکھا ہے۔ وہ منجملہ اور باتوں کے یہ بھی لکھتا ہے کہ

آگرے کے رہنے والے لوگ کسب ہنر اور طلب علم میں بہت کوشش کرتے ہیں اور ہر دین و مذہب کے لوگ یہاں رہتے ہیں۔

شاہجہان اور عالمگیر رح

شہنشاہ شاہجہان کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے اکبر اور جہانگیر ہی کی پالیسی کو ترقی دی۔ لیکن شہنشاہ اکبر ہی کے زمانے سے آئین حکومت میں اصلاحات و ترقی کا سلسلہ جاری تھا۔ ابو الفضل کی "آئین اکبری" "اکبر نامہ" اور بعد کے مورخوں کی کتب اس پر شاہد ہیں۔ شہنشاہ جہانگیر کا جلوس شاہی کے بعد ہی یہ اعلان کہ اب ہمارے قلمرو میں کسی مجرم کا مثلہ نہ کیا جائے یعنی اعضاء کاٹنے کی سزا نہ دی جائے۔ قانون تعزیرات کی زبردست اصلاح تھی اور واقعی عہد جہانگیری سے دولت مغلیہ میں مثلہ کی سزا بند ہو گئی۔ (تزک جہانگیری)

فوجی نقل و حرکت سے نقصان کا معاوضہ

دوسری زبردست اصلاح عہد شاہجہان میں فوجی نقل و حرکت کے متعلق ہوئی۔ شاہجہان نے جب شہزادہ مراد کو بلخ اور قندھار کی مہم پر روانہ کیا۔ اور وہ وہاں کی مہم کے بعد حکم سلطان کی خلاف ورزی میں ملتان میں نظر بند کر دیا گیا تو شاہجہان نے اپنے وزیر سعد اللہ خاں کو بلخ اور قندھار کا سربراہ مقرر کیا۔ شاہجہان نے انہیں جو احکام دیئے ان میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ

فوج کی نقل و حرکت سے رعایا کا جو نقصان ہوا ہو اس کا معاوضہ نقد سکہ کی صورت میں دیا جائے۔

ملازمان سرکار کو قرضہ

اور دوسرا حکم یہ تھا کہ حاجتمندوں کو تین ماہ کی تنخواہ کے برابر خزانہ شاہی سے قرض دیا جائے۔

(دولت مغلیہ کی حیثیت مرکزی)

ان دونوں احکام سے ظاہر ہے کہ مغل بادشاہ نظام حکومت کو شائستہ درست بنانے میں کیسی رواداری سے کام لے رہے تھے۔ بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج فوجی نقل و حرکت اور سرکاری ملازموں کے بارے میں جو قوانین بنائے جا رہے ہیں عہد مغلیہ میں ان اصلاحات کی بنیاد پڑ چکی تھی۔

شہنشاہ عالمگیر

عموماً عہد شاہجہان میں اکبر اور جہانگیری کی پالیسی کو ترقی دی گئی۔ البتہ شہنشاہ عالمگیر کا دور ایک انقلابی دور کہلاتا ہے لیکن سچ پوچھئے تو انہوں نے حکومت کی بنیادی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ وہ اور مقصود بھی دونوں پر قائم تھا۔

ایک مرتبہ شہنشاہ عالمگیر سے پوچھا گیا کہ آپ حکومت کے کاروبار میں ہندوؤں کو کیوں شریک کرتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ریاست و حکومت کے معاملے میں مذہب ہندو و مسلم تفریق کی اجازت نہیں دیتا۔ انہوں نے کہا کہ

لکم دینکم ولی دین

تمہارے لئے تمہارا دین اور ہمارے لئے ہمارا دین۔

ہملٹن کے حوالے

شہنشاہ اورنگ زیب کی موافقت و مخالفت میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ یہاں اس جگہ ایک یورپین سیاح کیپٹن ہملٹن کے سفرنامے سے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ عالمگیر کے عہد حکومت میں مذہبی آزادی کا کیا عالم تھا۔ وہ شہر ٹھٹھہ کے بیان میں لکھتا ہے کہ

شہر ٹھٹھہ

ریاست کا مسلمہ مذہب اسلام ہے لیکن تعداد میں اگر دس ہندو ہیں تو ایک مسلمان ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ مذہبی رواداری پورے طور پر برتی جاتی ہے۔ وہ اپنے برت رکھتے ہیں۔ اور تہواروں کو اس طرح مناتے ہیں جس طرح اگلے زمانے میں کرتے تھے جبکہ بادشاہت خود ہندوؤں کی تھی۔

وہ اپنے سفرنامے کے دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ

پارسی بھی ہیں اور وہ اپنے رسوم مذہب زرتشت کے بموجب ادا کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو پوری آزادی ہے کہ وہ اپنے گرجے بنائیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ کریں اور بعض مرتبہ وہ اس میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔

شہر سورت

یہی سیاح شہر سورت کے متعلق لکھتا ہے کہ

اس شہر میں تخمیناً سو مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں لیکن ان میں کبھی کوئی سخت جھگڑے ان کے اعتقادات اور طریق عبادت کے متعلق نہیں ہوتے ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے طریقے سے اپنے معبود کی پرستش کرے۔ صرف اختلاف مذہب کی بنا پر کسی کو تکلیف دینا ان لوگوں میں مفقود ہے۔

مندر شکنی کا الزام

اورنگ زیب عالمگیر رح پر دوسرا الزام مندر شکنی کا ہے۔ اس کے متعلق پنڈت سندر لال الہ آبادی کا ایک قول درج کرتا ہوں۔ ہر شخص کو اس قول پر غور کرنا چاہئے وہ لکھتے ہیں کہ

"جس اورنگ زیب نے متھرا اجودھیا اور بنارس کے مندر گرائے۔ اسی اورنگ زیب نے "بیجاپور" کی شاندار جامع مسجد کو اس لئے اپنے سامنے کھڑے ہو کر ایک ایک اینٹ نکلوا کر زمین سے ملا دیا کہ اس میں باغیوں نے پناہ لی تھی۔ وجہ دونوں صورتوں میں راج کاج تھی۔ مذہبی نہیں"

(گاندھی جی کی زندگی سے ایک سبق)

حقوق شہریت

عہد اورنگ زیب میں ہندوؤں کو شہریت کے جیسے حقوق حاصل تھے۔ اس کا علم ایک فرمان سے ہو سکتا ہے۔ جو فرمان "ناظم بنارس" کے نام سے مشہور ہے۔ ایک مرتبہ اورنگ زیب کو اطلاع ملی کہ بنارس کے برہمنوں اور پنڈتوں پر مسلمانوں کی طرف سے کچھ زیادتی ہو رہی ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی اورنگ زیب نے "ناظم بنارس ابو الحسن" کے نام یہ فرمان بھیجا۔

"اے ابو الحسن تم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص اس علاقے کے برہمنوں اور پنڈتوں کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کرے اور ان کو تشویش میں مبتلا نہ ہونے دے۔ تا پھر جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے منصبوں پر قائم رہ کر ہماری دولت خداداد کے حق میں مصروف دعا رہے۔"

اور یہ بات تو ہم کو ڈاکٹر برنیر کی شہادت سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ اورنگ زیب تمام رعایا کی جان و مال کی حفاظت اپنا فرض منصبی سمجھتا تھا۔ ڈاکٹر برنیر کا قول یہ ہے کہ اورنگ زیب کی حکومت میں زمین چپہ چپہ خالصہ شریف سمجھا جاتا ہے (سفر نامہ برنیر)

ڈاکٹر برنیر عالمگیری دربار کے ایک امیر کا طبی ڈاکٹر تھا وہ سفر کشمیر میں اس کے قافلے کے ساتھ ساتھ رہا اور تمام احوال شاہی کا نہایت توجہ سے مطالعہ کرتا رہا۔ اس کا مطالعہ قابل اعتبار ہے۔ جس میں اس نے اپنی طرف سے حاشیہ آرائی نہیں کی۔

دوسرے مذاہب کا احترام

فرمان بنام "ناظم بنارس" سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر دوسرے مذاہب کے بزرگوں کا بڑا احترام کرتا تھا۔ اور ان کی دعاؤں کا طالب رہتا تھا۔ ایک مطلق العنان بادشاہ اس وقت تک ایسے خیال کا اظہار نہیں کرتا جب تک وہ دل کی گہرائی سے دوسرے مذاہب کے پیشوا کا احترام نہ کرتا ہو۔ (باقی)

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے خاکسار کے بیٹے ماسٹر محمود احمد کو مورخہ ۱۲ر جولائی ۱۹۶۲ء بروز جمعہ لڑکا عطا فرمایا احباب جماعت عزیز نومولود کی صحت و سلامتی۔ درازی عمر اور خادم دین بننے کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار ماسٹر محمد یاسین خان ساکن روزہ ماٹو خوشپیاں کشمیر۔

صدر صاحبان و سکرٹریان امور عامہ جماعتہائے بھارت توجہ فرمائیں

جماعت کے اکثر احباب کو اس وقت اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کے رشتوں کے طے کرنے اور کرانے میں سخت مشکلات درپیش ہیں۔ نظارت ہذا کی طرف سے صدر صاحبان سیکرٹریان امور عامہ اور مبلغ حضرات کو بار بار توجہ دلانے اور قابل شادی اناث و ذکور کے کوائف طلب کرتے چلے آنے کے باوجود ابھی تک صحیح طور پر یہ اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکا کہ یہ مشکلات کس قدر اہمیت کی حامل ہیں اور ان پر کس طرح قابو پایا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے جب تک تمام متعلقہ احباب اپنی ذمہ داریوں کا صحیح رنگ میں احساس کرتے ہوئے اس بارہ میں نظارت ہذا کے ساتھ کما حقہ تعاون نہ فرمائیں۔ اس وقت ان مشکلات کو دور کرنے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھایا جانا ممکن نظر نہیں آتا۔

اسلئے صدر صاحبان۔ سیکرٹریان امور عامہ اور مبلغین کرام سے التماس ہے کہ وہ اس بارہ میں تساہل سے کام نہ لیں۔ اور اپنی جماعتوں اور حلقہ جات کے تمام قابل شادی اناث و ذکور (خواہ بیوائیں یا دوسری شادی کے خواہشمند دوست ہی کیوں نہ ہوں) اور جن کی شادیاں مقامی جماعت اپنے رشتہ داروں اور اپنے علاقہ میں طے نہ کر سکتی ہوں کے کوائف مرتب کر کے مرکز میں بھجوائیں۔ تا ان رشتوں کے انتظام کے لئے مرکزی طور پر مناسب قدم اٹھایا جا سکے۔

(۲) اسی طرح اکثر سیکرٹریان امور عامہ کی طرف سے ہر ماہ باقاعدگی کے کارگذاری کی رپورٹیں بھی موصول نہیں ہو رہیں۔ جن کے موصول نہ ہونے کی وجہ سے مرکز کو مقامی جماعت کے حالات و مشکلات کا علم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمام منتخب شدہ سیکرٹریان امور عامہ (اور اگر کوئی دوست مقامی طور پر اس عہدہ کے لئے باضابطہ چنا نہ گیا ہو) تو صدر صاحبان باقاعدگی کے ساتھ امور عامہ سے متعلقہ امور کے متعلق ہر ماہ رپورٹ کارگذاری بھجوانے کا اہتمام کریں۔ ممنون ہوں گا۔ فقط والسلام

خاکسار ناظر امور عامہ قادیان۔

تحریک برائے پختہ عمارت مدرسہ احمدیہ و مرمت لنگر خانہ

احباب جماعت کو معلوم ہے کہ مدرسہ احمدیہ کی عمارت جو آجکل ہر دو سکولوں اور بورڈنگ کے طور پر استعمال ہوتی ہے ایک کچی عمارت ہے جو باوجود گذشتہ پندرہ سالوں میں ہر دفعہ مرمت و لپائی وغیرہ کروانے کے اس وقت مخدوش حالت میں کھڑی ہے۔ اور اس وقت ماہر انجینئروں کی رائے یہی ہے کہ اس خام عمارت کی مرمت پر مزید خرچ کرنا مفید نہیں ہے۔

کچھ عرصہ قبل جماعت احمدیہ کلکتہ کے ایک مخیر دوست نے اس کے ایک حصہ کو پختہ بنانے کے لئے کچھ رقم بھجوائی تھی۔ موجودہ مالی سال کے بجٹ کے موقعہ پر صدر انجمن احمدیہ قادیان نے فیصلہ کیا ہے کہ ان ضروری کاموں کے ضروری اخراجات کے لئے فی الحال پچیس ہزار روپے چندہ کی تحریک مخلصین جماعت کو کی جائے۔ تا کہ برسات کے فوراً بعد سکول کے ایک حصہ کی تعمیر کا کام شروع کروایا جا سکے۔

اس ضروری کام کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اینٹ۔ سیمنٹ اور دیگر سامان کا انتظام کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ جماعت کے ایسے احباب جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مالی فراخی عطا فرمائی ہے اور جو پہلے بھی سلسلہ کی ہر مالی تحریک میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ وہ چندہ تعمیر سکول اور مرمت لنگر خانہ کی تحریک میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اس غرض کے لئے جماعتوں کے سیکرٹریان مال کو سائیکلوسٹائل تحریک کے ساتھ فارم وعدہ جات وغیرہ بھجوائے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ احباب جماعت حسب توفیق اس تحریک میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اجر کے مستحق بنیں گے

ناظر بیت المال قادیان

چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی جلسہ سے قبل ضروری ہے

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ احمدیت کے قیام کی اغراض کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس مقدس اجتماع کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے ہی یہ چندہ جاری ہے جس کی شرح ہر احمدی دوست کی سالانہ آمد کا ۱/۱۲۰ حصہ یا ایک ماہ کی اوسط آمد کا ۱/۱۰ حصہ بطور لازمی چندہ کے مقرر ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس چندہ کی ادائیگی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

"چندہ جلسہ سالانہ شروع مالی سال میں ہی ادا کرنا چاہیئے تاکہ جلسہ سالانہ کے لئے اجناس و دیگر سامان بروقت خرید لیا جا سکے۔"

اگر احباب جماعت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا ارشاد کو مدنظر رکھتے ہوئے مالی سال کے ابتداء میں چندہ جلسہ سالانہ ادا کریں تو جلسہ سالانہ کی ضروریات کی اشیاء بروقت اچھی اور سستی خریدی جا سکتی ہیں اور اخراجات میں کفایت اور انتظام میں سہولت پیدا ہو سکتی ہے۔

جلسہ سالانہ کے انعقاد میں اب قریباً ساڑھے چار ماہ باقی ہیں لیکن اکثر جماعتوں کی طرف سے اس تحریک چندہ کی رفتار تا حال بہت سست اور غیر تسلی بخش رہی ہے۔ اور گذشتہ سالوں کا تجربہ بتاتا ہے کہ جو احباب سیدنا حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ابتدائی مہینوں میں چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی میں غفلت سے کام لیتے رہے جلسہ سالانہ سے قبل ان کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں ہوئی نتیجۃً مالی سال کے آخر تک چندہ واجب الادا رہتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جملہ احباب جماعت اور عہدیداران چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی کی طرف فوری طور پر متوجہ ہوں تاکہ جلسہ سے قبل ہر جماعت کی سو فیصدی وصولی چندہ ممکن ہو سکے۔ مبلغین و جملہ عہدیداران کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں اس چندہ کی بروقت ادائیگی پر زور دیں اور کوشش فرمائیں کہ جماعت سے ہر فرد [illegible] وصولی جلد سے جلد ہو کر رقم جلسہ سالانہ سے قبل مرکز میں پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمام احباب کو فرض شناسی کی توفیق بخشے اور ہم سب کا حافظ و ناصر رہے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

امتحان کتب سلسلہ

بتاریخ ۱۶ ستمبر ۱۹۶۲ء

نظارت تعلیم و تربیت اپنے سابقہ طریق کے مطابق امسال بھی کتب سلسلہ کے امتحان کا انتظام کر رہی ہے یہ امتحان نظارت ہذا کی مقرر کردہ تاریخ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۶۲ء کو لیا جائے گا۔ اس امتحان میں مندرجہ ذیل کتب بطور نصاب مقرر کی گئی ہیں۔

۱۔ فتح اسلام۔ مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۲۔ در منثور۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

یہ دونوں کتابیں احمدیہ بک ڈپو قادیان سے علی الترتیب بعوض موازی چار آنے و بارہ آنے فی نسخہ حاصل کی جا سکتی ہیں۔ ڈاک کے اخراجات خریدار کتب ہی کے ذمہ ہونگے۔ احباب اس امتحان میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہو کر اس امتحان کی روحانی برکات سے فیضیاب ہوں۔

نوٹ:۔ صدر پریذیڈنٹ صاحبان سے گذارش ہے کہ وہ اس امتحان میں شامل ہونے والے احباب کے اسماء سے نظارت ہذا کو ماہ رواں کے اختتام تک مطلع فرما دیں تاکہ نظارت ہذا احباب کے رول نمبر بھجوا سکے۔

ناظر تعلیم و تربیت صدر انجمن احمدیہ قادیان

زکوٰۃ

اگر آپ اپنے مال میں ترقی چاہتے ہیں تو اس کی زکوٰۃ ادا کریں یہ ایسا تیر بہدف نسخہ ہے جو چودہ سو سال سے کبھی خطا نہیں ہوا۔ آپ بھی اس آزمودہ نسخہ پر عمل کر کے دین و دنیا میں فلاح پائیں۔ زکوٰۃ کی جملہ رقوم محاسب صاحب قادیان کے نام ارسال کی جانی چاہئیں۔

ناظر بیت المال قادیان

صدقات

صدقہ و خیرات صرف روحانی بیماریوں کا ہی علاج نہیں بلکہ جسمانی اور ظاہری تکالیف و مصائب سے بچنے اور ان سے نجات پانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ صدقات کی رقوم بھی محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام بھجوائی جانی چاہئیں۔

(ناظر بیت المال قادیان)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی فتح اور عظیم الشان غلبہ

(بقیہ از صفحہ اوّل)

(۱) لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (البقرۃ ع۲)

کہ دین کے بارہ میں جبر و اکراہ جائز نہیں۔ کیونکہ ہدایت اور گمراہی کا باہمی فرق خوب ظاہر ہو چکا ہے

نیز فرمایا:۔

(ب) قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (الکہف ع۴)

کہہ دے کہ یہ سچائی تیرے رب کی طرف سے ہے۔ پس جو چاہے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے اس کا انکار کر دے۔

متذکرہ بالا آیات قرآنی مذہبی آزادی اور آزادیٔ ضمیر کے لئے "سنگ میل" کی حیثیت رکھتی ہیں ان کی موجودگی میں کوئی اسلامی ملک یا اسلامی حکومت ایسا قانون نہیں بنا سکتی جو مذہبی امور میں جبر و اکراہ پر مشتمل ہو

اسلام میں ارتداد کی سزا موت نہیں

ہم حیران ہیں۔ کہ ادارہ ضیاء الاسلام نے کس طرح حکومت پاکستان سے ایسے قانون بنانے کا مطالبہ کیا۔ کہ جو شخص اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کو اختیار کرے اُسے موت کی سزا دی جائے جب کہ ہم قرآن مجید میں اہل کتاب کی اس سازش کے بارہ میں پڑھتے ہیں:

"وقالت طائفۃ من اھل الکتاب اٰمنوا بالذی انزل علی الذین اٰمنوا وجہ النھار واکفروا اٰخرہ لعلھم یرجعون (آل عمران ع۸)

کہ اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ مومنوں پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس پر دن کے ابتدائی حصہ میں تو ایمان لے آؤ اور اس کے پچھلے حصہ میں اس سے انکار کر دو شاید اس ذریعہ سے وہ پھر جائیں (یعنی مسلمان بھی اسلام سے برگشتہ ہو جائیں)

یہود کا مدینہ میں یہ طریق تھا کہ وہ اسلام کو شانے اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اُن کا ایک حربہ یہ تھا کہ بعض یہودی صبح جا کر مسلمان ہو جائیں اور شام کو مرتد ہو جائیں جس کا آیت قرآنی میں ذکر ہے تاکہ ان لوگوں پر اثر ہو۔ کہ یہ لوگ جو لکھے پڑھے اور بعض بڑے دیندار اور سمجھدار ہیں۔ اسلام میں کچھ نقص دیکھ کر ہی مرتد ہوئے ہیں۔ اور اُن کا یہ طریق عمل بعض سادہ لوگوں کے لئے ٹھوکر کا باعث بن جائے لیکن اسلام میں ایسے منافق طبع اور مرتد یہودیوں کے لئے کہیں بھی "سزائے قتل" کا ذکر یا حکم نہیں۔ جو اس وقت مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ جس کے سربراہ و سرکار مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ ہاں البتہ اس کے برعکس ہم کو احادیث میں ایسے واقعات نظر آتے ہیں۔ کہ بعض لوگ مرتد ہوئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ چنانچہ بخاری شریف میں مذکور ہے

حدیث بخاری میں مذکورہ دو واقعات

اوّل:۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اس نے آپ سے اسلام پر بیعت کی۔ پھر وہ دوسرے دن بخار میں مبتلا ہو کر آیا۔ اور کہنے لگا کہ آپ اپنی بیعت واپس لے لیجئے۔ آنحضرت صلعم نے تین مرتبہ انکار کیا۔ پھر ارشاد فرمایا "مدینہ مثل بھٹی کے ہے۔ کہ وہ بُری چیز کو نکال ڈالتی ہے اور عمدہ چیز کو خالص کر دیتی ہے"۔

(تجرید بخاری مترجم جلد اوّل صفحہ ۱۶۱)

دوم:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک نصرانی شخص نے مسلمان ہو کر سورۃ بقرۃ اور "آل عمران" پڑھ لی۔ تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت وحی کرنے لگا (پھر) دوبارہ نصرانی ہو گیا۔ اس کے بعد وہ نصرانی ہو کر کہنے لگا کہ محمد صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا میں نے ان کے لئے لکھ دیا ہے۔ بعد ازاں اللہ نے اُسے موت دے دی اور لوگوں نے اُسے دفن کر دیا۔ مگر صبح کو دیکھا گیا۔ کہ زمین نے اُس کی لاش باہر پھینک دی تھی:

(تجرید بخاری مترجم جلد دوم صفحہ ۲۶۵)

اب مذکورہ بالا احادیث مسئلہ "ارتداد" کے بارہ میں واضح احادیث ہیں مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہے ایک اعرابی اور ایک عیسائی مسلمان ہو جانے کے بعد مرتد ہو جاتے ہیں۔ ایک تو کاتب وحی بھی تھا۔ اور ارتداد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی بھی کرتا ہے مگر حضور علیہ السلام نے کسی مرتد کے لئے بھی سزائے قتل تجویز نہیں فرمائی۔

پس ادارہ "ضیاء الاسلام" کا حکومت پاکستان سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ مرتد کے لئے سزائے قتل دیئے جانے کا قانون بنائے نہ صرف صریح شریعت اسلامی کے منافی ہے بلکہ اسلام کی محبت بھری دلکشی اور امن پسندانہ تعلیمات کو بدنام کرنے والا مطالبہ ہے۔

مسلمانوں کے احساس کمتری کی وجہ عیسائیوں کے حقیقتہ یہ ہے

مقابل مسلمانوں میں یا احساس کمتری کا جذبہ خود انہی اپنے اُن غلط عقائد کی وجہ سے پیدا شدہ ہے جو وہ حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں برخلاف قرآن و حدیث اختیار کئے ہوئے ہیں جب مسلمان خود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیر معمولی صفات کے حامل اور بے نظیر صلاحیتوں کے مالک ہیں یعنی وہ مردہ زندہ کرتے تھے پرندے پیدا کرتے تھے۔ علم غیب اُن کو حاصل تھا اور دشمنوں کے منصوبۂ قتل کے وقت خدا تعالیٰ نے انہیں اس جسم عنصری سے آسمان پر زندہ اُٹھا لیا اور آج تک وہ بغیر کھانے پینے اور بغیر تغیر جسمانی کے آسمان پر زندہ موجود ہیں اور یہ صفات کسی اور نبی کے اندر نہیں پائی جاتیں۔ صرف اور صرف خدا تعالیٰ میں یہ صفات ہیں یا پھر مسیح ناصری کے اندر۔ حتیٰ کہ سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بھی مذکورہ بالا صفات موجود نہ تھیں۔ آپ بھی کھانے پینے کے محتاج رہے۔ آپ نے کبھی کوئی پرندہ پیدا کیا اور نہ ہی کوئی مردہ زندہ کیا۔ نہ علم غیب آپ کو حاصل تھا۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے دشمن سے حفاظت کیلئے آپ کو کبھی جسم عنصری آسمان پہ اُٹھایا۔ اور نہ ہی آپ کا جسم تغیر و تبدل سے محفوظ تھا بلکہ ۶۳ برس کی عمر میں آپ اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ پھر کبھی اس دنیا میں دوبارہ واپس تشریف لائیں گے ہاں البتہ حضرت مسیح ناصری آسمان سے نازل ہوں گے اور اس امت کی بگڑی کو بنائیں گے تب عیسائیوں کو انکے ہی ان عقائد سے تقویت ملی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ آنحضرت صلعم کی شان سے کہیں بڑھ کر بیان کرنے لگے اور مسلمانوں کو اب سوائے عقائد کی وجہ سے عیسائیوں کے مقابل پر سوائے راہ فرار اختیار کرنے یا حکومت کو مدد کیلئے بُلانے کے اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اس کیفیت کا کیا ہی عمدہ نقشہ کھینچا ہے

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را
عزیزیا شاں را بہ مقابل خود دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

عیسائیت کی تردید کا واضح بہ آج سے زیادہ سو سال قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو تجدید دین اور اشاعت اسلام کیلئے مبعوث فرمایا۔ آپ نے اس زمانہ میں عیسائیوں کے مقابل پر اسلام کی برتری اور سرکار دو عالم صلعم کی فضیلت ثابت کرنے اور عیسائیت کی تردید کے لئے مندرجہ ذیل حربہ پیش فرمایا:۔

"تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقات عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پر زور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کر دو جب تم مسیح کا مُردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اس دن تم سمجھ لو کہ عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک اُن کا خدا فوت نہ ہو گا ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا اور دوسری تمام بحثیں اُن کے ساتھ عبث ہیں۔ اُنکے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے اس ستون کو پاش پاش کرو۔ پھر نظر اُٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلاوے اسلئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے چنانچہ اُس کا الہام یہ ہے۔

"مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اُس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے وکان وعد اللہ مفعولا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۲۲)

زندہ ما مسیح محمدی علیہ السلام زندہ باد مسیح محمدی علیہ السلام

جنہوں نے کسر صلیب کیلئے بہترین ہتھیار ہم کو عطا فرمایا اسی حربہ کی برکت سے ایک طرف مسلمان عیسائیت کا شکار ہونے سے بچ گئے تو دوسری طرف خود مخلف ممالک میں عیسائی حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں کیا ہم پاکستان بلکہ دنیا کے تمام مسلمان مذہبی اداروں سے امید رکھیں کہ وہ عیسائیت کے مقابل پر اس مجرب اور مبارک نسخہ کو استعمال کر کے دیکھیں عیسائیت کی تبلیغ کے خلاف پراپیگنڈا کرنے یا حکومت سے مرتد کی سزا قتل کا غیر اسلامی قانون پاس کرانے کی بجائے یہ جرأت مندانہ اعلان کریں جو عین قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ کہ

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں وہ آسمان پر زندہ گئے اور نہ ہی زندہ موجود ہیں۔